اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ

غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ فیضانِ مدینہ کراچی

غائبانہ نمازِ جنازہ

جائز نہیں

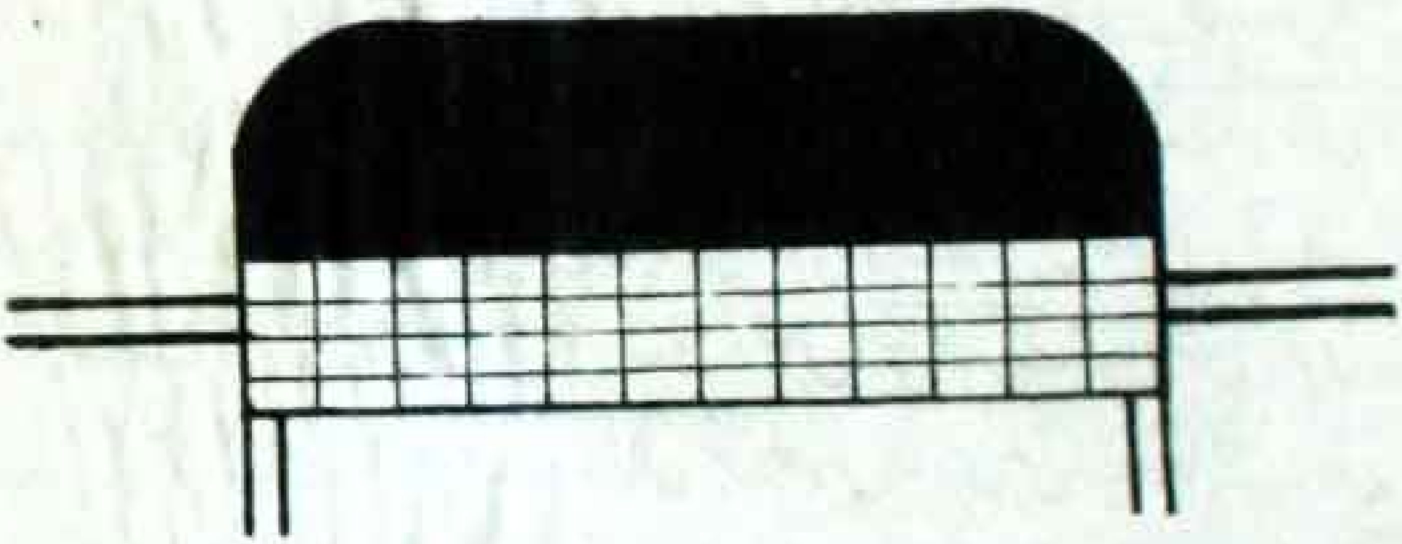

مصنّف:

اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی

ناشر

مکتبہ فیضانِ مدینہ کراچی

marfat.com

حرفِ آغاز

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ کو بریلی شریف یو۔پی۔ (بھارت) کے محلہ جسولی میں بوقت ظہر رونق افزائے دہر ہوئے[1]۔ پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار ہے[2]۔ جد امجد نے احمد رضا خاں نام رکھا۔ اور والدہ ماجدہ پیار سے امّن میاں کہا کرتیں۔ بریلی والے انہیں عالم اہل سنت اور بڑے مولوی صاحب کہا کرتے جبکہ علمائے اہل سنت انہیں اعلیٰ حضرت اور فاضل بریلوی کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ امام احمد رضا خاں چودھویں صدی میں ایسے عاشق رسول ہو گزرے ہیں کہ کسی چشم بینا کو اس صدی میں ایسا کوئی دوسرا نظر نہیں آیا ہوگا۔ اسی تعلق خاطر اور فنا فی الرسول ہونے کے باعث آپ نے اپنے نام سے پہلے عبد المصطفیٰ لکھنے کا التزام کر لیا تھا۔ اور فخریہ کہا کرتے تھے[3]:-

حرف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے، تیرے لیے امان ہے

امام احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی پیدائش کی تاریخ آیت کریمہ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ سے نکالی جس کے عدد ۱۲۷۲ ہیں۔ ایمان کے دل میں ثبت ہونے اور تائید ایزدی ہی کا تو یہ کرشمہ ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) کے خلیفۂ مجاز یعنی شاہ محمد حسین الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] ۔ ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۱۔

[2] ۔ بدر الدین احمد، مولانا: سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۶۸۔

[3] ۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر: فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۶۸۔

marfat.com

(المتوفی ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء) کے خلیفہ مولوی رحمٰن علی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) نے فرمایا: "مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ پڑھ لیا تھا اور چھ سال کی عمر میں ایک عظیم الشان جلسے میں رسالہ میلاد پڑھ کر سنایا تھا۔"[1]

امام احمد رضا خاں بریلوی نے ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء کو پونے چودہ سال کی عمر میں علوم معقول و منقول کی تحصیل سے سندِ فراغ حاصل کر لی تھی اور اسی روز سے آپ کو فتویٰ نویسی کی مسند پر بٹھا دیا گیا تھا جبکہ اُسی روز آپ نے رضاعت سے متعلق ایک فتوے کا جواب بھی تحریر فرمایا تھا۔ اُسی روز سے آپ پر نماز فرض ہوئی یعنی بالغ ہوئے تھے۔ اُس روز آپ کی عمر تیرہ ۱۳ سال دس ماہ اور پانچ روز تھی۔[2]

فاضلِ بریلوی نے زیادہ تر علوم اپنے والدِ ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) سے حاصل کیے۔[3] جدِ امجد مولانا رضا علی خاں (المتوفی ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء) کی آپ پر خاص نگاہِ لطف و کرم تھی۔ جنہیں اعلیٰ حضرت کے عقیقہ کے روز خواب میں بتایا گیا تھا کہ یہ نومولود گوہرِ نایاب اور یگانۂ روزگار ہوگا۔[4]

فاضلِ بریلوی اپنے والدِ ماجد کے همراہ ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں سید آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) کے دستِ حق پرست پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور ساتھ ہی اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے۔ اعلیٰ حضرت کی ذات پر مرشدِ برحق کو بڑا ناز تھا۔[5]

۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں اپنے والدینِ کریمین کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت میسر آئی

---

[1]:۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: تذکرہ علماء ہند اُردو، مطبوعہ کراچی، ص ۹۸۔

[2]:۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر:۔ فاضلِ بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۶۸۔

[3]:۔ بدرالدین احمد، مولانا:۔ سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۷۰۔

[4]:۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: تذکرہ علماء ہند اُردو، مطبوعہ کراچی، ص ۹۸

[5]:۔ محمد صابر نسیم بستوی، مولانا: مجددِ اسلام، ص ۳۷۔

marfat.com

تو شافعیہ کے مفتی شیخ احمد دحلان اور حنفیہ کے مفتی شیخ عبدالرحمن سراج سے حدیث، فقہ اصول اور تفسیر کی سندیں حاصل کیں۔ اسی موقع پر شافعیہ کے امام مولانا حسین بن صالح جمل اللیل انہیں بغیر کسی سابقہ تعارف کے اپنے گھر لے گئے۔ دیر تک وہ ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا:۔

اِنِّیْ لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْجَبِیْنِ   میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں

معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنکھوں والے تھے اور انہیں نورِ بصیرت اور فراستِ مومنانہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی پیشانی میں اللہ کا نور نظر آ رہا تھا۔ پھر انہوں نے صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی اور اس میں آپ کا الہامی نام ضیاء الدین احمد رکھا گیا۔ اس سند میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۵۶ھ / ۸۶۸ء) تک درمیان میں صرف گیارہ واسطے ہیں۔[1]

دوسری دفعہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں دوبارہ یہ سعادت آپ کو میسر آئی۔ یہ سال اس لحاظ سے بڑا اہم اور تاریخی ہے کہ اس مبارک موقع پر اصلی سنیت و حنفیت اور برطانوی شرارت کی پیدا کردہ جعلی سنیت و حنفیت کے درمیان اللہ اور رسول کے دونوں پاک شہروں میں قدرت نے علمائے حرمین شریفین کے ہاتھوں فیصلہ کروا دیا۔ رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چودھویں صدی کی تجدیدِ دین و ملت کا تاج امام احمد رضا خاں بریلوی کے سر پر رکھا جس کے باعث اس موقع پر علمائے حرمین طیبین نے آپ کا ایسا اعزاز و اکرام کیا کہ اس مقدس سرزمین پر ایسا اعزاز شاید ہی کسی ہندی بزرگ کو نصیب ہوا ہو۔[2]

اس موقع پر ان حضرات نے آپ کی عدیم المثال علمیت کو جو خراجِ عقیدت پیش کیا وہ ان تقاریظ سے ظاہر ہے جو انہوں نے الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین اور کفل الفقیہ پر لکھی تھیں۔[3]

---

[1] :۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: تذکرہ علماء ہند اردو، مطبوعہ کراچی، ص ۹۹۔

[2] :۔ بدرالدین احمد، مولانا: سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۱۷۴۔

[3] :۔ شجاعت علی قادری، مفتی: مجدد الامۃ عربی، مطبوعہ کراچی، ص ۱۴۱۔

marfat.com

اس موضوع پر مخدومی پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کا مقالہ فاضلِ بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں اسلامی لٹریچر کے اندر ایک قابلِ قدر اضافہ ہے جس سے بہت سی اُن غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ جو بعض حضرات نے محض اپنا دل خوش کرنے اور اپنے دل کی آگ بجھانے کے لیے پھیلا رکھی ہیں جبکہ اُن کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ باقی رہا منافقین مدینہ اور ارشاد المسلمین لاہور والوں کی طرح نری ضد اور مخالفت برائے مخالفت کی قسم کھا بیٹھنا تو اس کا علاج اللہ ربّ العزت کے پاس ہے جس کے قبضہ و قدرت میں دلوں کی چابیاں ہیں۔

انگریز حکمرانوں نے کلمۂ طیبہ کے دونوں پروں کو اُکھاڑ پھینکنے یعنی عقیدۂ توحید و عقیدۂ رسالت کو مسخ کروانے اور متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ایمان کی دولت سے محروم کرنے کی خاطر دہلی کے مشہور و معروف سُنّی حنفی خاندانِ عزیزی کے ایک نوجوان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی صاحب (المتوفی ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) سے تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھوائی اور اپنے پایۂ تخت کلکتہ کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے لاکھوں کی تعداد میں خود اُسے شائع کروا کے پورے ملک میں مفت تقسیم کیا۔

یُوں انگریزوں نے متحدہ ہندوستان کے سُنّی حنفی مسلمانوں کو توحید و رسالت کے حقیقی مفہوم سے منحرف کرنے اور اُنہیں بارگاہِ رسالت کا گستاخ بنا کر ایمان کی دولت سے محروم کرنے کی کوشش کی۔ یہ ہے وہ برطانوی شرارت جو ہندوستانی مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی غرض سے کی گئی، جس کی تخم ریزی تقویۃ الایمان کے ذریعے عمل میں لائی گئی۔ یہی وہ کتاب ہے جس کو مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے چچازاد بھائی یعنی مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفویۃ الایمان کہا کرتے تھے۔[۵] یعنی اُن کے نزدیک بھی یہ کتاب ایمان کو موت کے گھاٹ اُتار دینے والی تھی۔ آخر کار اس کتاب کے مصنف کو راسخ العقیدہ پٹھانوں نے بالاکوٹ کی سرزمین میں دفن کر دیا تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی عمرِ عزیز کی آخری منزلیں طے کر رہے تھے۔ کہ

---

[۵] : قاضی فضل احمد لدھیانوی، مولانا : انوار آفتابِ صداقت، جلد اوّل

گاندھویت کا فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس فتنے نے سابقہ تمام فتنوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا تھا۔ سابقہ تمام فتنوں کی پرورش انگریزی حکومت کے زیرِ سایہ ہوتی رہی تھی لیکن گاندھویت کا فتنہ اسلام و مسلمین کے ازلی اور پُراسرار دشمن گاندھی کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہا تھا۔ یہ فتنہ اپنی ہمہ گیری کے باعث سابقہ تمام فتنوں سے بازی لے گیا تھا اور اتنا پُراسرار و غیر محسوس ہے کہ آج بھی سرزمینِ پاکستان میں پوری شدت کے ساتھ اپنی منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں ہے۔

یہ بات کتنی حیران کُن تھی کہ مسلمانوں میں سے کتنے ہی چوٹی کے علماء اور لیڈر کہلانے والے اُس موقع پر گاندھی کے ہمنوا ہو گئے تھے۔ اُن میں سے بعض تو شیخ الہند، شیخ الاسلام اور امام الہند وغیرہ کہلا کر مسلمانوں کے مفادات پر ہندو لیڈروں سے بھی بڑھ چڑھ کر کاری ضربیں لگا رہے تھے۔ بے خبر مسلمان اُن کی دورنگی کو سمجھنے سے قاصر رہ گئے کیونکہ ہندوؤں کے مفادات کا تحفظ کرنے والے اُن مولویوں کی زبانوں پر اُس وقت بھی قَالَ اللّٰہُ اور قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کا وِرد ہی جاری رہتا تھا۔ اُن حضرات کی تمام صلاحیتیں مشرکینِ ہند کے مفادات کی خاطر وقف ہو کر رہ گئی تھیں اور ہر دیدۂ بینا کو صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ حضرات گاندھی کی پُراسرار اسلام دشمن پالیسی کا عربی ترجمہ تھے۔ وہ بظاہر اپنے ہی نظر آ رہے تھے لیکن اپنے نہیں رہے تھے بلکہ گاندھی کے مقلد اور ہندوؤں کے یار و غم خوار بن گئے تھے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو قلم ہاتھ میں سنبھالا اور آخری دم تک مذکورہ دونوں قسم کے علماء کا علمی میدان میں مقابلہ کرتے رہے۔ آپ متواتر چون سال تک برطانوی سازش کو پروان چڑھانے والے اور گاندھوی علماء کے خلاف لکھتے رہے جو بڑی راز داری کے ساتھ مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگا رہے تھے۔ آپ نے قرآن و سنت کے واضح دلائل سے ہر ایک پر حجت قائم کی۔ اُسے خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا یاد دلایا۔ وہ حضرات نہ زندگی بھر اپنی غیر اسلامی روش سے باز آئے اور نہ اپنے غیر اسلامی عقائد و نظریات کو کتاب و سنت کی روشنی میں اسلامی ثابت کر سکے۔ اعلیٰحضرت کے اسی کارنامے کو احقر نے یوں بیان کیا ہے۔

marfat.com

جو بارہ سو چھیاسی سن سے لے کر آخری دم تک
ہو چوّن سال مذہب کی حمایت میں لڑا اتم ہو سلہ[1]

یہ زندہ حقیقت ہے کہ اس ملک میں حضرات اولیاء اللہ نے اسلام پھیلایا تھا۔ وہ سارے اُسی جماعت کے فرد تھے جنہیں اہلِ سنّت و جماعت کہا جاتا ہے۔ فقہی لحاظ سے وہ سُنّی حنفی تھے اور جتنے بھی انہوں نے اس ملک میں مسلمان بنائے وہ سارے سُنّی حنفی ہی بنائے تھے۔ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اُسی جماعت کے ایک فرد تھے اور اُسی برحق مذہب کے دفاع میں گمراہ گردں سے متواتر چوّن سال قلمی میدان میں برسرِ پیکار رہے تھے۔ اِن سُنّیوں حنفیوں ہی کے وہ سلاطینِ عظام تھے جنہوں نے سات آٹھ سو سال تک متحدہ ہندوستان پر حکومت کی تھی۔ اور فقہ حنفی کو اس ملک پر صدیوں تک قانون کی حیثیت حاصل رہی تھی۔ آزاد ہونے پر اگر پاکستان میں چالیس سال کے اندر فقہ حنفی کا نفاذ نہیں ہو سکا تو یہ انگریزوں کے پیدا کیے ہوئے اور گاندھوی علماء کی مہربانیوں کا کرشمہ ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ سرزمین پاک و ہند اسلام کی تخم ریزی کے لیے بہت ہی زرخیز ثابت ہوئی تھی۔ اس مردم خیز زمین سے بعض ایسے افراد بھی پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جن کی بعض علمی نگارشات نے پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ وہ علمی جواہر پارے اپنے اپنے میدان میں ایسی امتیازی حیثیت کے حامل ہیں کہ رہتی دنیا تک مسلمانوں کو مشعلِ راہ کا کام دیتے رہیں گے وہ امتیازی علمی کارنامے ہدیۂ انظارِ ناظرین ہیں:۔

۱۔ سرمایۂ ملت کے ایک عدیم المثال نگہبان یعنی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مکتوبات جو تین دفتروں کے اندر ہیں وہ فارسی نثر میں علم و عرفان اور رُشد و ہدایت کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے۔ فارسی نظم میں جس طرح مثنوی مولانا روم کا پورے اسلامی لٹریچر میں جواب نہیں اسی طرح فارسی نثر میں مکتوباتِ امام ربانی بھی ایسا عدیم المثال

---

[1] عبدالحکیم خاں اختر، ناچیز: اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، طبع اوّل، ص ۱۱۸۔

marfat.com

نصابِ ہدایت ہے جس کی نظیر شاید چشمِ فلکِ کہن نے اِس میدان میں آج تک نہ دیکھی ہو۔

۲۔ سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء) نے پانچ سو علمائے کرام کے ذریعے فتاویٰ عالمگیری مرتب کروایا جو فقہ حنفی کی کتابوں میں لاجواب اور قابلِ قدر اضافہ ہونے کے ساتھ اسلامی قانون کی مکمل کتاب ہے۔

۳۔ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کی ردِ روافض میں تحفۂ اثنا عشریہ نامی کتاب اِس درجہ تحقیقی اور ہر لحاظ سے مکمل ہے کہ اس میدان میں پوری دنیا کے اندر شاید ہی کسی عالم نے کوئی ایسی کتاب لکھی ہو جو اِس کے مقابلے پر رکھنے کے قابل ہو۔

۴:۔ شیخ الہند، پابۂ حرمین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء) کی ردِ عیسائیت میں اظہار الحق نامی کتاب عربی زبان کے اندر اِس درجہ لاجواب اور مکمل ہے کہ اس میدان میں دنیا کے کسی عالم کی کوئی شاید ہی ایسی کتاب ہو جس کو اظہار الحق کے سامنے رکھا جا سکے

۵:۔ قرآنِ مجید کے یوں تو اُردو میں بہت سے ترجمے منظرِ عام پر آچکے ہیں لیکن چودھویں صدی کے مجددِ برحق، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کنز الایمان کے نام سے جو ترجمہ کیا۔ اُس کا پورے اسلامی لٹریچر میں جواب نہیں ہے۔ گمراہ گروں نے اِس کی مقبولیت سے پریشان ہو کر قلمی میدان میں اپنے عجز کا خاموش اعتراف کرتے ہوئے اس پر پابندی لگوانا ضروری سمجھا ہوا ہے لیکن :۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُردو میں کلامِ الٰہی کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ ترجمہ ایک جانب تفاسیرِ معتبرہ کے عین مطابق ہے تو دُوسری جانب اُردو ادب کی جان ہے۔ یہ ترجمہ عظمتِ خداوندی اور شانِ مصطفوی کا نگہبان اور حفظِ مراتب کا پاسبان ہے۔ واقعی کنز الایمان اسم با مسمیٰ یعنی ایمان کا خزانہ ہے۔ اِسی لیے تو راقم الحروف

marfat.com

نے لکھا ہے :۔

ترجمہ قرآں کا لکھا کنز ایمان کر دیا

اے مفسّر! واقفِ رمزِ خدا پائندہ باد

۶ :۔ فخرِ احناف امام ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء) نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب درِ مختار کی ردّ المحتار کے نام سے ایسی شرح لکھی جو فقہ میں اُن کی وسیع النظری اور جامعیت کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔ ردّ المحتار کو فقہ حنفی میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ قسامِ ازل نے اِس سے بھی بڑا شرف امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی قسمت میں لکھا تھا کہ انہوں نے پانچ جلدوں میں ردّ المحتار کی جدّ الممتار کے نام سے شرح لکھ دی۔ حق یہ ہے کہ مولانا بریلوی نے فقہی میدان میں تحقیق و تدقیق اور وسعتِ نظر کے لحاظ سے علامہ شامی کو بھی منزلوں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ سُنا ہے کہ جدّ الممتار اب مبارک پور اعظم گڑھ (بھارت) سے زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونیوالی ہے۔

۷ :۔ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز چودھویں صدی کے مجددِ برحق، پروازِ شعر رسالت اور آسمانِ فقاہت کے ایسے مہرِ درخشاں ہوئے ہیں کہ اُن پر مجتہد ہونے کا گمان گزرنے لگتا ہے۔ کیونکہ بعض فتوے کچھ انہوں نے ایسے ہی بلند پایہ تحریر فرمائے ہیں جن سے شانِ اجتہاد جھلکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ معاصرین میں سے کوئی بڑی سے بڑی ہستی فقہی میدان میں آپ کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکی۔ آپ ایک جانب پوری دنیا کے مفتیٔ اعظم و فقیہِ اعظم تھے تو دوسری طرف شیخ الکل، فقیہ النفس، شیخ الہند، شیخ الاسلام، امام الہند اور حکیم الامت وغیرہ القاب کے اپنے جملہ معاصرین میں سے سب سے زیادہ مستحق آپ ہی تھے۔ بعض لوگوں نے اِن القاب کو دوسروں پر چسپاں کر کے حقیقت کا مُنہ چڑانے کی کوشش کی ہے۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کا فتاوٰی بارہ[۱۲] ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اس عظیم الشان فقہی ذخیرے کا پورا نام العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ہے۔ جسے عام بول چال میں فتاوٰی رضویہ شریف کہتے ہیں۔ مولانا بریلوی کے ایک عربی فتوے کو دیکھ کر آپ کے معاصرین میں سے محافظِ کتبِ حرم، مولانا سیّد اسمٰعیل بن سیّد خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) نے

marfat.com

فرمایا تھا کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) اسے دیکھتے تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور وہ اِس رسالے کے مؤلف کو اپنے اصحاب کے زمرے میں شامل فرما لیتے۔

میدانِ فقاہت میں کامل مہارت رکھنے والے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ بات فقہ میں مہارت رکھنے والے ہر منصف مزاج پر عیاں ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوٰی رضویہ کو دیکھ کر اُن پر ابو حنیفہ ثانی ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ فتاوٰی رضویہ کی سات جلدیں مکمل اور دو نامکمل صورت میں چھپ چکی ہیں، جبکہ باقی جلدیں ہنوز اہلِ سنت وجماعت کی بے حسی کا ماتم کر رہی ہیں۔ خدا کرے کہ وہ جلدیں بھی چھپ جائیں اور یہ عدیم المثال فقہی کارنامہ شایانِ شان طریقے سے منظرِ عام پر آجائے، آمین وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

آئندہ سطور میں نمازِ غائبانہ کے متعلق امام احمد رضا خاں بریلوی کا ایک تحقیقی فتوٰی ہے۔ قارئین کرام اِس کی روشنی میں مفتی کی شانِ فقاہت اور حدیث وفقہ میں وسیع النظری ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ہیں وہ چند پراگندہ سطور جو مجھے اللہ رب العزت کے اُس مقبول بندے اور شمعِ رسالت کے عدیم المثال پروانے کی حمایت میں نصیب ہوئیں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥

گدائے درِ اولیاء:۔ عبد الحکیم خاں اختر

مجددی مظہری شاہجہان پوری

لاہور

۷/ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

مطابق ۲۲/جولائی ۱۹۸۸ء۔

marfat.com

الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب

مسئلہ

از معسکر بنگلور جامع مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب مدراسی ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کر[1] حنفی مذہب میں نماز جنازہ مع اولیائے میت پڑھ لیے ہوں پھر دوبارہ پڑھنا۔ اور[2] نماز جنازہ غائب پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر[3] امام شافعی مذہب ہو تو اُس کے اقتداء سے ہم حنفیوں کو یہ دونوں امر جائز ہو جائیں گے یا نہیں؟ یہ حیلہ ہمارے مذہب میں کچھ اصل رکھتا ہے یا نہیں؟ ہمارے بلاد دکن، اضلاع بنگلور و مدراس میں ان مسئلوں کی اشد ضرورت ہے۔ اُمید کہ عبارات عام فہم ہوں گی کہ بکار آمد ہو۔

marfat.com

الجواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للّٰہ الذی لا یشفع عندہ الا باذنہ والصلوٰۃ والسلام علی من امر بالوقوف عند حدود دینہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ قدر کمالہ وحسنہ اٰمین۔

جواب سوال اوّل

مذہب مہذب حنفی میں جبکہ ولی[1] نمازِ جنازہ پڑھ چکا یا اُس کے اذن سے ایک بار نماز ہو چکی (اگرچہ یونہی کہ دوسرے نے شروع کی، ولی شریک ہوگیا) تو اب دوسروں کو نماز مطلقاً" جائز نہیں، نہ اُن کو جو پڑھ چکے اور نہ اُن کو جو باقی ہے۔ ائمہ حنفیہ کا اس پر اجماع ہے۔ جو اس کا خلاف کرے، مذہب حنفی کا مخالف ہے۔ تمام کتبِ مذہب متون و شروح و فتاوٰی اس کی تصریحات سے گونج رہی ہیں۔ اِس مسئلہ کی پوری تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز میں بفضلہٖ بروجہ اتم ہو چکی ہے۔ یہاں صرف نصوص و عبارات ائمہ و علمائے حنفیہ خصھم اللّٰہ تعالیٰ بالطافہ الخفیہ ذکر کریں اور از انجا کہ یہ تحریر فائدہ جدیدہ سے خالی نہ ہو۔ اِن میں جدت و زیادت کا لحاظ رکھیں و باللّٰہ التوفیق۔ یہاں کلام بنظرِ انتظامِ مرام[2] چند انواع پر خواہانِ انقسام۔

---

[1] المراد بالولی ھٰھنا ھو الاحق وبغیرہ من لیس لہ الحق ناحفظ وسیاتی التفصیل۔ ۱۲ منہ

[2] ہر نوع بعونِ الٰہی نفیس و جلیل مسائل پر مشتمل ہوگی کہ اس باب میں جن کی حاجت واقع ہوگی اور محلِ خلاف میں قول ارجح کی طرف بھی اجمالی اشارہ ہوگا و باللّٰہ التوفیق۔ ۱۲ منہ۔ [3] لا یدخل للقبر عندہ موضع المیت لا الوتر وعندنا الوتر والشفع سواء۔ ۱۲ منہ

marfat.com

نوعِ اوّل

(نمازِ جنازہ دوبارہ روا نہیں)

(۱) درمختار میں ہے :-

تکرارها غیر مشروع — نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔

(۲) غنیہ شرح منیہ میں ہے :-

تکرار الصلوٰۃ علی میتۃ واحد غیر مشروع — ایک میت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے۔

(۳) امام اجل، مفتی الجن والانس سیدی نجم الدین عمر نسفی استاد امام اجل صاحبِ ہدایہ رحمہما اللہ تعالیٰ منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں۔

باب فتاوی الشافعی وحدہ — مابہ قال وقلنا ضدہ

وجائز فی فعلها التکرار — وفی القبور یدخل الاوتار

یعنی نمازِ جنازہ کی تکرار جائز ہونا صرف امام شافعی کا قول ہے۔ ہمارے نزدیک جائز نہیں۔

(۴) ایضاح امام ابو الفضل کرمانی۔ (۵) فتاویٰ عالمگیریہ

(۶) جامع الرموز میں ہے۔

لا یصلی علی میت الا مرۃ واحدۃ — کسی میت پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے گی۔

(۷) علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں :-

سقوط فرضها بواحد فلو اعادوا تکررت ولم تشرع مکررۃ۔ — نمازِ جنازہ کا فرض ایک کے پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اب اگر پڑھیں تو مکرر ہو جائے گی اور وہ مکرر مشروع نہیں۔

بحرالرائق و شامل بیہقی وغیرہما کی عبارات نوع سوم میں آتی ہیں اور حلیہ کی چہارم اور عنایہ کی دہم میں۔

marfat.com

(۸) مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی ۔ (۹) نہایہ شرح ہدایہ۔
(۱۰) منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے۔

لا تعاد للصلوٰۃ علی المیت الا ان یکون الولی ھو الذی حضر فان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط حقہ

کسی میت پر دو دفعہ نماز نہ ہو۔ ہاں اگر ولی آئے تو حق اس کا ہے اور دوسرا کوئی اس کا حق ساقط نہیں کر سکتا۔

نوع دوم

(دوبارہ پڑھیں تو نفل ہو گی اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں)

---

(۱۱) ہدایہ (۱۲) کافی شرح وافی للامام اجل ابی البرکات النسفی۔
(۱۳) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی۔
(۱۴) جوہرہ نیرہ شرح مختصر القدوری۔ (۱۵) دُرر شرح غُرر۔
(۱۶) بحرالرائق شرح الکنز للعلامۃ زین۔ (۱۷) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر۔
(۱۸) مستخلص الحقائق شرح کنز۔
(۱۹) کبیری علی المنیہ میں ہے:۔

الفرض یتادی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع (زاد فی التبیین) ولھذا لا یصلی علیہ من صلی علیہ مرۃ

فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو جاتا ہے اور یہ نماز نفل طور پر جائز نہیں۔ اس لیے جو ایک بار پڑھ چکا دوبارہ نہ پڑھے۔

کافی کے الفاظ یہ ہیں۔

حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلوٰۃ الاولی فلو نعلہ للفریق الثانی لکان نفلا

میت کا حق پہلے فریق نے ادا کر دیا اور فرض کفایہ نماز اول سے ساقط ہو گیا۔ اب اور لوگ پڑھیں تو نماز نفل ہو گی اور یہ جائز نہیں

marfat.com

وذا غیر مشروع کمن صلی علیہ مرۃ۔ — جیسے ایک بار پڑھ چکنے والے کو دوبارہ کی اجازت نہیں۔

(۲۰) شرح تجرید کرمانی (۲۱) فتاوٰی ہندیہ۔

(۲۲) مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے:۔

التنفل بصلوۃ الجنازۃ غیر مشروع۔ — نماز جنازہ بطور نفل جائز نہیں۔

(۲۳) امام محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:۔

المذہب عند اصحابنا ان التنفل بہا غیر مشروع۔ — ہمارے اماموں کا مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ نفلاً روا نہیں۔

(۲۴) بحر العلوم، ملک العلماء، رسائل الارکان میں فرماتے ہیں:۔

لو صح لزم التنفل بصلوۃ الجنازۃ وذا غیر جائز۔ — پھر پڑھیں تو نماز جنازہ بطور نفل پڑھنی لازم آئے گی اور یہ ناجائز ہے۔

ردالمحتار کی عبارت نوع ششم میں آئے گی۔

نوع سوم

یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کے کپڑے نجس تھے یا نجس جگہ کھڑے تھے یا عورت امام اور مرد مقتدی تھے، غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی۔ اب اعادہ نہیں کرسکتے کہ اکیلے امام سے فرض ساقط ہوگیا۔ ہاں اگر قوم میں کوئی وجہ بطلان نہ تھی، امام میں تھی تو پھر پڑھی جائے گی کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی تو کسی کی صحیح نہ ہوئی۔

(۲۵) خلاصہ (۲۶) بزازیہ (۲۷) محیط (۲۸) بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی

(۲۹) شامل للامام البیہقی (۳۰) تجرید للامام ابوالفضل۔

marfat.com

(۳۱) مفتاح (۳۲) جواہر اخلاطی (۳۳) قنیہ

(۳۴) مجتبیٰ (۳۵) شرح التنویر للعلائی ۔

(۳۶) اسمٰعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحب درِ مختار ۔ (۳۷) ردّالمحتار ۔

(۳۸) ہندیہ (۳۹) بحر (۴۰) حلیہ ۔

(۴۱) رحمانیہ میں ہے :۔

بعضھم بیزید علیٰ بعض والنظم للدرام بلا طھارۃ والقوم بھا أعیدت وبعکسہ لا کما لوامت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد۔

امام طہارت سے نہ تھا اور مقتدی طہارت پر تو نماز پھیری جائے اور برعکس میں نہیں جیسے جبکہ عورت امام ہو اگرچہ کنیز ہو کر فرض ایک کے پڑھ لینے سے ساقط ہو گیا۔

محیط و بحر الرائق کے لفظ یہ ہیں :۔

لو کان الامام علیٰ طھارۃ والقوم علیٰ غیرھا لا تعاد لان صلوٰۃ الامام صحت لو اعادوا تتکرر الصلوٰۃ وانہ لا یجوز۔

امام طہارت پر ہو اور مقتدی بے طہارت تو نماز نہ پھیری جائے گی کہ امام کی نماز صحیح ہو گئی ۔ اب اگر پھیریں تو نماز جنازہ دوبار ہو گی اور یہ ناجائز ہے ۔

شامل بیہقی کے لفظ یہ ہیں :۔

وان کان القوم غیر طاھر لا تعاد لان الاعادۃ لا تجوز ۔

اگر مقتدی بے طہارت ہوں تو نماز نہ پھیریں کہ یہ نماز دوبارہ جائز نہیں ۔

نوع چہارم

جب ولی خود یا اُس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھ لے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب کسی کو نمازِ جنازہ کی اجازت نہیں ۔

(۴۲) کنز الدقائق (۴۳) وافی للامام اجل ابی البرکات النسفی ۔

marfat.com

(۴۴) وقایہ (۴۵) نقایہ للامام صدر الشریعہ۔

(۴۶) غرر للعلامۃ مولیٰ خسرو۔

(۴۷) تنویر الابصار وجامع البحار لشیخ الاسلام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی۔

(۴۸) ملتقی الابحر (۴۹) اصلاح للعلامۃ ابن کمال پاشا۔

(۵۰) فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق۔

(۵۱) شرح منیہ ابن امیر الحاج۔

(۵۲) شرح نور الایضاح للمصنف میں ہے:۔

واللفظ لمتن العلامۃ ابراھیم الحلبی لایصلی غیر الولی بعد صلاتہ۔ — یہ الفاظ علامہ ابراہیم حلبی کے متن کے ہیں۔ کہ ولی کے بعد کوئی شخص نماز جنازہ نہ پڑھے۔

امام ابن الہمام کے الفاظ یہ ہیں:۔

ان صلی الولی وان کان وحدہ لم یجز للحدان یصلی بعدہ۔ — ولی اگرچہ تنہا نماز پڑھ لے تو اس کے بعد کسی کو نماز پڑھنا جائز نہیں۔

یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا:۔

لایصلی احد علیھم بعدہ وان صلی وحدہ لولی۔ — ولی اکیلا ہی پڑھ چکا جب بھی اس کے بعد کوئی نہ پڑھے۔

حلیہ کی عبارت یہ ہے:۔

قال علماءنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذلک لاتشرع الصلوٰۃ علیہ ثانیۃ بغیرہ۔ — ہمارے علماء نے فرمایا کہ جب میت پر صاحب حق نماز پڑھ لے تو دوبارہ اس کے بغیر اس پر کسی کو نماز مشروع نہیں۔

(۵۳) مختصر قدوری۔ (۵۴) ہدایہ للامام الاجل ابی الحسن علی بن عبدالجلیل الفرغانی۔

(۵۵) نافع متن مستصفی للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی۔

(۵۶) شرح الکنز للعلامۃ ابن نجیم۔

(۵۷) شرح الملتقی للعلامۃ شیخی زادہ۔

marfat.com

(۵۸) شرح النقایہ للقہستانی۔ (۵۹) ابراہیم الحلبی علی المنیہ۔

(۶۰) شرح مسکین للکنز (۶۱) برجندی شرح نقایہ میں ہے:۔

ان صلی علیہ الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ۔ — اگر جنازے پر ولی نماز پڑھ لے تو اب کسی کو پڑھنا جائز نہیں ہے۔

غنیہ کے لفظ یہ ہیں:۔

عدم جواز صلاۃ غیر الولی بعدہ مذھبنا: — ولی کے بعد سب کو نا جائز ہونا ہمارا مذہب ہے۔

(۶۲) مستصفی للامام النسفی۔

(۶۳) شلبیہ علی الکنز میں ہے۔

ولو لم یحضر السلطان وصلی الولی لیس لاحد الاعادۃ۔ — اگر سلطان حاضر نہ ہوا اور ولی پڑھ لے تو اب کوئی اعادہ نہیں کر سکتا۔

نوع پنجم

کچھ ولی کی خصوصیت نہیں، حاکم اسلام یا امام مسجد جامع یا امام مسجد محلۂ میت کے بعد بھی پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحب حق ہیں۔

(۶۴) امام فخر الدین عثمان نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا:۔

وکذا بعد امام الحی و بعد کل من یتقدم علی الولی۔ — اور یونہی اگر محلۂ میت کا امام یا دیگر حق دار پڑھ لیں تو اوروں کے لیے بعد میں پڑھنا جائز نہیں۔

(۶۵) فاتح شرح قدوری (۶۶) ذخیرۃ العقبیٰ علی صدر الشریعۃ۔

(۶۷) حواشی سید محمولی میں ہے:۔

تخصیص الولی لیس بعید لانہ — کچھ ولی کی خصوصیت نہیں بلکہ سلطانِ اسلام

marfat.com

او مصلی السلطان او غیرہ ممن هو اولی من الولی لیس لاحد ان یصلی بعدہ۔

وغیرہ جو ولی سے اَولیٰ ہیں اُن کے نماز پڑھ لینے کے بعد کسی کو یہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(۶۸) فتح القدیر (۶۹) فتح اللہ المعین میں ہے۔

اذا منعت الاعادة بصلاة الولی فبصلاة من هو مقدم علی الولی اولی۔

جب ولی کے بعد دُوسرے کو اجازت نہیں تو سلطان وغیرہ جو ولی سے بھی مقدم ہیں قرآن کے بعد اجازت نہ ہونا بدرجۂ اولیٰ ہے۔

(۷۰) قہستانی علی مختصر الوقایہ میں ہے:

لا یجوز ان یصلی غیر الاحق بعد صلوٰۃ الولی الاحق۔

ولی وغیرہ جو اس نماز میں صاحب حق ہیں۔ اُن میں سے کسی کے پڑھنے کے بعد غیر کو پڑھنا جائز نہیں۔

حلیہ کی عبارت نوع چہارم میں گزری۔

نوع ششم

ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے حق کے لیے اعادہ کرسکتے ہیں۔ اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا، وہ ان کی نماز میں شریک نہیں ہو سکتا۔

(۷۱) نور الایضاح (۷۲) دُرِّ مختار۔

(۷۳) بحر الرائق (۷۴) قُنیہ

(۷۵) شرح مختصر الوقایہ للعلامۃ عبد العلی۔

(۷۶) شرح الملتقی للعلامہ عبد الرحمٰن الرومی۔

(۷۷) غنیہ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی۔

(۷۸) شرح منظومہ مبابن وہبان للعلامہ ابن الشحنہ۔

marfat.com

(۷۹) خادی علی الدر میں ہے:۔

وللفظ له ليس لمن يصلى اولاً ان يعيد مع الولى۔ — (الفاظ اُسی کے ہیں) جو ایک بار پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہیں کر سکتا۔

(۸۰) فتح القدیر میں ہے:۔

ولذ اقلنا لم يشرع لمن صلى مرة التكرار۔ — اسی لیے ہمارا مذہب ہے کہ جو ایک بار پڑھ چکا اُسے پھر پڑھنا جائز نہیں۔

(۸۱) شامی علی الدر میں ہے۔

لان اعادة تكون نفلا من كل وجه بخلاف الولى لانه صاحب الحق۔ — اس لیے کہ اِس کا اعادہ ہر طرح نفل ہی ہوگا اور یہ جائز نہیں بخلاف ولی کے کہ صاحبِ حق ہے۔

نوعِ ہفتم

جب ولی نے دُوسرے کو اذن دے دیا اگرچہ آپ شریکِ نماز نہ ہُوا یا کوئی اجنبی بے اذنِ ولی خود ہی پڑھ گیا مگر ولی شریکِ نماز ہو گیا تو اِن صُورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کر سکتا۔

(۸۲) جوہرہ میں ہے:۔

ان اذن الولى لغيره فصلى لا تجوز له الاعادة۔ — اگر ولی کے اذن سے دُوسرے نے پڑھ لی تو اب ولی کو بھی اعادہ جائز نہیں۔

(۸۳) بحر میں ہے:۔

اذن لغيره بالصلوٰة لا حق له فى الاعادة۔ — ولی جب دُوسرے کو نماز کا اذن دیدے اب اُسے اعادہ کا حق نہیں

(۸۴) فتاویٰ امام قاضی خاں ۔ (۸۵) فتاویٰ ظہیریہ

(۸۶) فتاویٰ ولوالجیہ (۸۷) واقعات

marfat.com

(۸۸) تجنیس للامام صاحب ہدایہ (۸۹) فتاویٰ عتابیہ۔
(۹۰) فتاویٰ خلاصہ (۹۱) عنایہ شرح ہدایہ
(۹۲) نہایہ اولیٰ شرح ہدایہ (۹۳) منبع
(۹۴) عبدالحلیم رومی علی الدرر (۹۵) شلبی علیٰ زیلعی الکنز
(۹۶) حلیہ (۹۷) برجندی
(۹۸) بحر (۹۹) رحمانیہ
(۱۰۰) شرح ملائی۔ (۱۰۱) ہندیہ میں ہے واللفظ للعنایہ عن الولوالجی وللشبلی عن النھایۃ عن الولوالجی والظھیریۃ والتجنیس و للبحر عنھم وعن الواقعات:-

رجل صلی علی جنازۃ والولی خلفہ ولم یرض بہ ان تابعہ وصلی معہ لایعید لانہ صلی مرۃ۔

ایک شخص نے نماز پڑھائی اور ولی راضی نہ تھا لیکن شریک ہوگیا تو اب اعادہ نہ کریگا کہ ایک بار پڑھ چکا۔

نوع ہشتم

یونہی اگر سلطان وغیرہ ذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یا خود نہ پڑھیں بلکہ اُن کے اذن سے کوئی پڑھ دے، جب بھی ولی کو اختیارِ اعادہ نہیں۔
۱۰۲ تا ۱۱۹ یعنی نمبر ۸۳ سے ۱۰۱ تک کی تمام کتب مذکورہ۔
(۱۲۰) فتح القدیر۔
(۱۲۱) فتح المعین میں ہے۔ امامن ذکرنا لفظھم اتفاقیا لفاظ متفقۃ والباقون بمعانٍ متقاربۃ وھذا لفظ الخانیۃ:-

ان کان المصلی سلطانا او الامام الاعظم او القاضی او والی مصر او امام

اگر امیر المومنین یا سلطانِ اسلام یا قاضی یا والیٔ شہر یا امام مسجد محلۂ میت نے نماز پڑھ لی تو ہمارے

marfat.com

(۱۳۲) خانیہ ۔ (۱۳۳) وجیز کردری ۔

(۱۳۴) عالمگیریہ (۱۳۵) خزانۃ المفتین میں ہے :۔

و للفظ للوجیز مات فی غیر بلدہ فصلی علیہ غیر اھلہ ثم حملہ اھلہ الی منزلہ ان کانت الصلوۃ الاولی باذن الوالی او القاضی لا تعاد ۔

(لفظ وجیز کے ہیں) غیر شہر میں مرا، اجنبی لوگوں نے نماز پڑھ لی، پھر اُس کے اقارب آئے اور اُس کے وطن لے گئے۔ اگر پہلی نماز حاکم اسلام یا قاضی کے اذن سے ہوئی تھی تو اب اقارب اعادہ نہ کریں۔

نوع نہم

اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان و حکام کہ اُس سے اَولی ہیں، بعد کو آئے تو اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر وہ موجود تھے اور اُن کے بے اذن ولی نے پڑھ لی اور وہ شریک نہ ہوئے تو ایک جماعت علماء کے نزدیک انہیں اختیارِ اعادہ ہے۔ وھو محمل ما فی الدر عن المجتبیٰ وفی النھایۃ والجوھرۃ ثم الھندیۃ و الطحطاوی وفی العنایہ والبرجندی عن النھایۃ وفی للقاتح شرح القدوری وفی ابو سعید علی الدر عن المجتبیٰ وغیرہ اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اب بھی سلطان وغیرہ کسی کو اختیارِ اعادہ نہیں، معراج الدرایہ میں اسی کی تائید کی۔ ردالمحتار میں اسی کو ترجیح دی اور یہی ظاہر اطلاق متون اور ظاہرا من حیث الدلیل اقوی ہے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا اور ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا۔ غرض ہر طرح اعادہ اور تکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں۔

(۱۳۶) غایۃ البیان شرح الہدایہ للعلامۃ الاتقانی میں ہے :۔

ھذا علی سبیل العموم حتی لا تجوز الاعادۃ لا لسلطان ولا لغیرہ ۔

یعنی ولی کے بعد کسی کو نماز کی اجازت نہ ہونے کا حکم عام ہے، یہاں تک کہ پھر سلطان وغیرہ

marfat.com

حیۃ لیس للولی ان یعید فی ظاہر الروایۃ زاد الذین سقنا لفظھم لانھم اولی بالصلوٰۃ۔ | اگرچہ ظاہر الروایہ میں ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں کہ یہ لوگ اِس نماز کے حق میں ولی سے مقدم ہیں۔

(۱۲۲) غنیہ (۱۲۳) حلیہ

(۱۲۴) بحر۔

(۱۲۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح سب کے باب تیمم میں ہے:۔

لو صلی من لہ حق التقدم کالسلطان ونحوہ لا یکون لہ حق بالاعادۃ۔ | سلطان وغیرہ جو ولی پر مقدم ہیں، اُن کے پڑھ لینے کے بعد ولی کو حقِ اعادہ نہیں۔

کفایہ ومستخلص کی عبارت نوع دہم میں آتی ہے۔ امام عتابی نے مثل عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور اُن کی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں۔ امام مسجدِ جامع کو بھی بڑھایا۔ اور درایہ پھر نہر پھر در مختار اور جوامع الفقہ اور پھر فتح اور پھر شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امام جامع امام محلہ پر مقدم ہے۔

(۱۲۶) درایہ شرح ہدایہ۔

(۱۲۷) شلبیہ علی الکنز میں ہے۔

ولو صلی الامام المسجد الجامع لا تعاد | مسجد جامع کا امام پڑھ لے تو پھر اعادہ نہیں

(۱۲۸) مجمع البحار (۱۲۹) شرح مجمع

(۱۳۰) بحر (۱۳۱) رد المحتار میں ہے۔

امام الحی کالسلطان فی عدم اعادۃ الولی۔ | امامِ محلہ بھی اِس امر میں مثل سلطان ہے کہ اُس کے بعد ولی کو اعادہ جائز نہیں۔

تنبیہ:۔ امام عتابی نے ولی پر تقدیم امام میں یہ شرط لگائی کہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اولیٰ ہے۔ یہ شرط شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور در مختار میں مجتبیٰ و شرح المجمع لمصنفہ سے نقل فرمائی، حلیہ میں اسے عتابی سے بحر الشرح مجمع اور امام تمتانی سے بحر المجتبیٰ نقل کرکے فرمایا وھو احسن۔ یہ کلام عمدہ ہے۔ اسی طرح بحر الرائق میں فرمایا۔

marfat.com

(۱۳۷) صغیری میں ہے

ان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونہ۔

ولی پڑھ لے تو پھر کسی کو پڑھنے کا اختیار نہیں سلطان ہو یا اور کوئی۔

(۱۳۸) سراجِ وہاج شرح قدوری میں ہے:-

من صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ سلطانا کان او غیرہ۔

ولی کے بعد کسی کو نماز جائز نہیں، سلطان ہو یا اس کا کوئی غیر۔

(۱۳۹، ۱۴۰) ابوالسعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:-

اطلق فی الغیر فعم السلطان فمفادہ عدم اعادۃ السلطان بعد صلوٰۃ الولی وبہ جزم فی السراج و غایۃ البیان والنافع۔

کنز میں امام ماتن نے غیر کو مطلق رکھا۔ خود سلطان کو بھی شامل تو اس کا مفاد یہ ہے کہ ولی کے بعد سلطان بھی اعادہ نہ کرے اور اسی پر سراج و غایۃ و نافع نے جزم فرمایا۔

(۱۴۱) مستصفی للامام النسفی۔

(۱۴۲) شلبی علی الکنز میں ہے:-

الحق الی الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا کان او غیرہ۔

اصل حق ولی کا ہے ولہٰذا ماتن یعنی صاحب الفقہ النافع نے عام فرمایا کہ ولی کے بعد کسی کو اعادہ کا اختیار نہیں، سلطان ہو یا کوئی اور۔

(۱۴۳، ۱۴۴) ردالمحتار میں معراج الدرایہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:-

اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کالسلطان حق الاعادۃ فی السراج والمستصفی لا ویدل علی ھذا قول الھدایۃ ان صلی الولی لم یجز لاحد ان

کیا ولی کے بعد سلطان وغیرہ جو اس سے مقدم ہیں اعادہ کا حق رکھتے ہیں؟ سراج و مستصفی میں منع فرمایا اور ہدایہ کا قول اس پر دلیل ہے کہ فرمایا:- ولی کے بعد کسی کو جائز نہیں اور یونہی کنز وغیرہ میں ہے۔

marfat.com

يصلى بعده ونحوه فى الكنز وغيره لقوله لم يجز لاحد يشمل السلطان ونقل فى المعراج عن النافع[1] ليس للسلطان ثم ايد رواية النافع اهـ ملخصاً۔

کہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے جن میں سلطان بھی شامل ہے اور معراج میں نافع سے سلطان کو منع اعادہ نقل کرکے اس کی تائید فرمائی۔

(۱۴۵) بحر الرائق میں ہے:۔

صلى الولى ثم جاء المقدم عليه فليس له الاعادة۔

ولی پڑھ چکا، پھر وہ لوگ (سلطان وغیرہ) آئے جو ولی پر مقدم ہیں۔ انہیں اعادہ کا اختیار نہیں۔

وبهذا اول البحر التوفيق فحمل ما فى النهاية والعناية

---

[1]: النافع هذا هو المستصفى للامام الاجل ابى البركات النسفى شرح فقه النافع الشهير بالنافع للامام ناصر الدين ابى القاسم المدنى السمرقندى قد قال رحمه الله تعالى فى آخر كتابه المصفى شرح المنظومة النسفية لما فرغت من جمع النافع هذا واملائه وهو المستصفى سألنى بعض اخوانى ان اجمع للمنظومة شرحا مشتملا على الدقائق شرحتها وسميته المصفى فظهر ان المستصفى والنافع شئ واحد وهو شرح النافع والمصفى غيره وهو شرح المنظومة فليس عين المستصفى ولا اختصاره ولا المستصفى شرح المنظومة وقد وقع ههنا غلط من العلامة الكاتبى فى كشف الظنون فتنبه ومن اشد العجب ان استدل على ما ادعاه من ان المستصفى شرح المنظومة وان المصفى اختصاره بما مر من كلامه رحمه الله تعالى فى آخر المصفى مع انه شاهد باعلى نداء على نقيض ما اعاده ثم اعاد ذكر المستصفى فى النافع فجعله شرحه على الصواب وذكر قيل انه المصفى وليس بالصواب فاعلم ۱۲ منه۔

marfat.com

علی ماذا تقدم الولی بمحضر السلطان من دون اذنہ وما فی السراج والمستصفیٰ علی ما اذا تقدم وھم غیب ثم حضروا ونازعہ فی النھر بان کلماتھم متفقۃ علی ان لا حق للسلطان فمن دونہ قبل الولی الا عند حضورھم فالخلاف انما ھو اذا حضروا۔

اقول :- کیفما کان الامر فالذی یقول باعادۃ السلطان انما یقول اذا حضروا تقدم الولی بلا اذنہ قال فی الحلیۃ فی تصویر ھذا الخلاف صلی الولی والسلطان او امام الحی او من بینھما حاضر ولم تتابعہ الخ وکذالک قید فی النافع بقولہ ان حضر قال فی شرحہ المستصفیٰ انما قدم السلطان لعارض ولھذا قال ان حضر اھ۔ وفی المجتبیٰ صلی الولی لم یجز ان یصلی احد بعدہ ھذا اذا لم یحضر السلطان اما اذا حضر وصلی الولی یعید السلطان اھ۔ ومثلہ فی الفتح وفی الدر لو صلی الولی بحضرۃ السلطان مثلا اعاد السلطان اھ۔ وفی المعراج والحاوی عن المجتبیٰ للسلطان الاعادۃ اذا صلی الولی بحضرتہ اھ۔ وفی علی المراقی صلی ولی وارا د السلطان ان یصلی علیہ فلہ ذلک جوھرۃ یعنی اذا کان حاضرا وقت الصلوۃ ولم یصل مع الولی ولم یاذن لاتفاق کلمتھم ان لا حق للسلطان عند عدم حضورہ نھر اھ۔ فظھر سقوط ما وقع لعبد الحلیم علی الدرر من قولہ ان السلطان اذا لم یحضر فصلی من دونہ بمحضر السلطان یعیدھا ان شاء اھ۔ فلیتنبہ وباللہ التوفیق۔

نوع دہم

حدیث ہے کہ جنازہ ہوا اور بے وضو کو وضو کرنے یا جنب یا حیض یا نفاس سے فارغ ہونے والی کو نہانے میں فوت نماز کا اندیشہ ہو تو شرع نے اجازت فرمائی کہ تیمم کرکے

marfat.com

شریک ہو جائے کہ ہو چکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا، جیسے نمازِ عید ھذا السلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں، جب وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے۔ بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازتِ امامت دے دی تو اب بھی ولی تیمم کر سکے گا کہ اجازت دے کر اختیارِ اعادہ نہ رہا۔ یونہی اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا گیا کہ دوسرا آ گیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا اور تیسرا جہاں تک ہوں پڑھ سکتے ہو۔

(۱۴۶) کنز (۱۴۷) تنویر

(۱۴۸) ملتقیٰ (۱۴۹) نور الایضاح

(۱۵۰) محیط میں ہے۔

صح لخوف فوت الجنازۃ — اندیشہ فوت جنازہ کیلئے تیمم جائز ہے۔

(۱۵۱) مختصر قدوری (۱۵۲) ہدایہ

(۱۵۳) وقایہ (۱۵۴) نقایہ

(۱۵۵) اصلاح (۱۵۶) وافی

(۱۵۷) غرر (۱۵۸) منیہ میں ہے۔

واللفظ للاصلاح والوقایۃ ھو لمحدث وجنب حائض ونفساء عجزوا عن الماء لخوف فوت صلوٰۃ الجنازۃ لغیر الولی اھ۔ ومثلہ فی الغرر غیر انہ قال لغیر الاولیٰ۔ مرد یا عورت جسے وضو یا غسل کی حاجت ہو اور اُس میں نمازِ جنازہ فوت ہو جانے کا خوف کریں تو اُن کو تیمم جائز ہے۔ سوا اُس کے جو اس نماز کا احق ہو کر اُسے خوفِ فوت نہیں۔

مختصر الوقایہ کے لفظ یہ ہیں:۔ ما یفوت لا الی خلف کصلوٰۃ الجنازۃ لغیر الولی۔ جوازِ تیمم کے عذروں سے ہے ایسے واجب کا فوت جس کا بدل نہ ہو سکے جیسے غیر ولی کے لیے نمازِ جنازہ۔

(۱۵۹) منتقیٰ امام حاکم شہید (۱۶۰) فتاویٰ غیاثیہ میں ہے۔

لایجوز التیمم لمن ینتظرہ الناس — جس کا انتظار ہو گا یعنی ولی و اولیٰ اُسے تیمم

marfat.com

فلولم ينتظر ده اجزاه۔ جائز نہیں اور جسکا انتظار نہ ہو اُسے تیمم جائز ہے۔

(۱۶۱) طحطاوی علی الدر میں ہے۔

يعتبر الخوف بغلبة الظن خوفِ فوت میں غالب گمان کا اعتبار ہے۔

(۱۶۲) امام اجل طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں۔

قد رخص فی التیمم فی الامصار خوف فوت الصلوٰة علی الجنازة وفی صلوٰة العیدین لان ذٰلك اذا فات لم يقض۔ نمازِ جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے ــــــ پانی ہوتے ہوئے تیمم کی اجازت ہے اس لیے کہ ان دونوں کی قضا نہیں۔

(۱۶۳) ہدایہ (۱۶۴) مجمع الانہر میں ہے۔

لانه لا تقتضی فيتحقق العجز۔ اسلئے کہ نمازِ جنازہ کی قضا نہیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا۔

(۱۶۵) حلیہ (۱۶۶) برجندی

(۱۶۷) مراقی الفلاح (۱۶۸) فتاوٰی خیریہ میں ہے۔

انها تفوت بلا خلف (زاد البرجندی) بالنسبة الى غير الولی۔ نمازِ جنازہ ہو چکے تو غیر ولی کیلئے اس کا بدل نہیں ہے۔

(۱۶۹) کافی میں دونوں لفظ جمع فرمائے کہ:۔

صلوٰة الجنازة والعيد تفوتان لا الى بدل لانهما لا تقضيان فيتحقق العجز۔ نمازِ جنازہ وعید فوت ہو جائیں تو اُنکا بدل نہیں کردہ قضا نہیں کی جاتیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا۔

(۱۷۰) عنایہ میں ہے:۔

كل ما يفوت لا الى بدل جاز اداؤه بالتيمم مع وجود الماء وصلوٰة الجنازة عندنا كذالك لانها لا تعاد۔ ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے ہوئے اُسے تیمم سے ادا کر سکتے ہیں اور نمازِ جنازہ ہمارے نزدیک ایسی ہی ہے کہ وہ دوبارہ نہیں ہو سکتی۔

(۱۷۱) تبیین (۱۷۲) ارکان میں ہے:۔

صلوٰة الجنازة تفوت لا الى خلف نمازِ جنازہ کا فوت ہو جانے پر بدل نہیں تو

marfat.com

فصار الماء معدوما بالنسبة الیہا۔ اس کے لیے پانی معدوم ٹھہرا۔

(۱۷۳) ظہیریہ۔ (۱۷۴) عالمگیریہ۔

(۱۷۵) سراجیہ (۱۷۶) شرح نور الایضاح۔

(۱۷۷) درمختار (۱۷۸) رحمانیہ میں ہے:۔

والنظم للدر ولو جنبا او حائضا — اس کے لیے جنب وحائض کو بھی تیمم روا ہے۔

نوٹ:۔ اور یہ مسئلہ وقایہ و اصلاح غرر سے واضح تر گزرا۔

(۱۷۹) بحر (۱۸۰) ہندیہ

(۱۸۱) طحطاوی المراقی (۱۸۲) حلیہ

(۱۸۳) غنیہ میں ہے واللفظ للبحر:۔

یجوز التیمم للولی اذا کان من هو مقدم علیہ حاضرا اتفاقا لانہ یخاف الفوت — سلطان وحکام کہ ولی سے مقدم ہیں وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے کہ اب اُسے بھی خوفِ فوت ہو سکتا ہے۔

(۱۸۴) جوہرہ (۱۸۵) بحر

(۱۸۶) عالمگیریہ میں ہے واللفظ لھذین:۔

یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلوٰۃ ولا یجوز لمن امرہ الولی کذا فی الخلاصۃ۔ — ولی دُوسرے کو اذنِ نماز دے جب بھی اُسے تیمم روا ہے اور جسے ولی نے اذن دیا، اب اُسے تیمم جائز نہیں جیسا کہ خلاصہ میں تصریح فرمائی۔

نوٹ:۔ پہلی صورت میں ولی کو خوفِ فوت ہو گیا اور دُوسری صورت میں صاحب اذن کو اب خوفِ فوت نہیں رہا۔

(۱۸۷) فتاوٰی کبرٰی (۱۸۸) فتاوٰی قاضی خان۔

(۱۸۹) خزانۃ المفتین (۱۹۰) جامع المضمرات شرح قدوری۔

(۱۹۱) فتاوٰی ہندیہ (۱۹۲) فتح القدیر۔

marfat.com

(۱۹۳) جواہر اخلاطی (۱۹۴) شرح تنویر میں ہے۔

تیمم فی المصر وصلی علی جنازة ثم اتی باخری فان کان بینھما مدة یقدر علی الوضوء (قال فی الدر ثم زال تمکنه) یعید التیمم وان لم یقدر صلی بذلك التیمم اھ قال فی الدر به یفتی اھ قال فی المضمرات و الجواھر والھندیة علیه الفتوی۔

پانی ہوتے ہوئے بخوف فوت تیمم سے نماز جنازہ پڑھی۔ اب دوسرا جنازہ آیا۔ اگر بیچ میں اتنی مہلت پائی تھی کہ وضو کرلیتا اور نہ کیا اور اب وضو کرے تو یہ دوسرا جنازہ فوت ہو تو اس صورت میں دوبارہ تیمم کرے اور مہلت نہ پائی تو اسی پہلے تیمم سے یہ بھی پڑھے۔ اسی پر فتوی ہے۔

(۱۹۵) برہان شرح مواہب الرحمن (۱۹۶) شرح نظم الکنز للعلامۃ القدسی

(۱۹۷) حاشیہ علامہ نوح آفندی (۱۹۸) حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے۔

مجرد الکراھة لایقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانھا لیست اقوی من فوات الجمعة والوقتیة مع عدم جوازہ لھما۔

یعنی صرف کراہت کے سبب تیمم کی اجازت نہیں کہ جمعہ یا پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں، یہ اس سے زائد تو نہ ہوگی بلکہ اجازت اس لیے ہے کہ جنازہ فوت ہو تو بدل ناممکن ہے۔

تنبیہ:۔ ما ذکرنا من عدم جوازہ للولی تبعًا لروایة الحسن عن الامام الاعظم وعزاہ فی الجوھرة للنوادر وصححه فی الھدایة والخانیة والکافی والتبیین وکذا نقل تصحیحه فی الجوھرة والھندیة والمستخلص والمراقی وعلیه مشی فی الخلاصة والعنایة والمنیة والھندیة والکافی والدرر والمجتبی وجامع الرموز وقال صدر الشھید به ناخذ کما فی الخلاصة وکذا صححه الامام شمس الائمة الحلوانی کما فی الغیاثیه عن منتقی وفی الغنیة عن الذخیرة۔

اقول:۔ فما وقع فی ابن کمال باشا من نسبة تصحیح خلافه

marfat.com

بشمس الائمة وتبعه عبد الحليم على الدرر والشامی علی الدر فکانه سبق نظر قالوا و فی ظاهر الروایة ملجوز للولی ایضاً ادن الانتظار فیها مکروه وجوابه ما نقلنا آنفا علی البرهان فما بعده وعزاه فی الخلاصة للاصل والفتاوی الصغری وعلیه مشی فی الظهیریة وخزانة المفتین وصححه فی جواهر الاخلاطی وعزا تصحیحه فی عبد الحلیم لجواهر زاده فی الرحمانیة لحاشیة شیخ الاسلام عن النصاب والغیاثیة وفتاوی الغرائب والظهیریة۔

اقول :۔ لکن الذی رایت فی الغیاثیة ما قدمت ان قال الحلوانی الصحیح ورایة الحسن ولفتی بهذا اھ فلعلها العتابیة لجملة فقاء فتریشت فوحده۔

اقول :۔ وقد اسمعناك التنصیص علی استثناء الولی عن المختصر والبدایة والوقایة والنقایة والاصلاح والوافی والغرر والهدایة وقصر الاجازة علی خوف الفوت عنهما عن الطحاوی والکنز والتنویر والملتقی ونور الایضاح وکلها متون المذهب المعتمد علیها الموضوعة لنقل المذهب فلا اقل من ان یکون ایضاً ظاهر الروایة وقد تظافر علیه تصحیحات الجلة ولا یذهب علیك ماله من قوة الدلیل فعلیه یجب الاعتماد والتعویل وقد اشار فی الحلیة الحـ التوفیق بان عدم الجواز للولی اذ لم یحضر من هو اقدم منه والجواز اذا حضروا الیه یومی کلام الغنیة والبحر۔

اقول :۔ ولقد کان احسن توفیقا لولا ان نص الاصل والصغری سواء کان مقتدیا او اماما و نص الظهیریة والخزانة لو کان اماما ونص الجواهر مقتدیا او اماما او من له حق الصلاة علیه و نص النصاب یجوز التیمم للامام و من له حق الصلاة فالصواب ابقاء الخلاف وتحقیق ان

marfat.com

الحق هو هذا التفصيل واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

نوع یازدہم

(۱۹۹) ہدایہ	(۲۰۰) کافی
(۲۰۱) تبیین	(۲۰۲) فتح القدیر
(۲۰۳) غنیہ	(۲۰۴) سراج وہاج
(۲۰۵) امداد الفتاح	(۲۰۶) مستخلص

(۲۰۷) طحطاوی علی المراقی والملتقط للفتح۔

فترك الناس عن آخرهم الصلوٰۃ علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو کان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء ولا الصالحین والراغبین فی التقرب الیہ صلی اللہ علیہ وسلم بانواع الطرق عنہ فھذا دلیل ظاھر علیہ فوجب اعتبارہ۔

تمام جہان کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی۔ اگر یہ نماز بطور نفل جائز ہوتی تو مزار انور پر نماز سے تمام مسلمان اعراض نہ کرتے جن میں عُلماء اور صلحاء وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں تو یہ نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہونے پر کھلی دلیل ہے جس کا اعتبار لازم۔

حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج وغنیہ وامداد سے یوں ہیں:۔

ولا یصلی علی قبرہ الشریف الیٰ یوم القیامۃ لبقائہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما دفن طریا بل ھو حتی یرزق ویتنعم بسائر اللذائذ

اس نماز کی تکرار جائز ہوتی تو مزار اقدس پر قیامت تک نماز پڑھی جاتی کہ حضور ہمیشہ ویسے ہی تر و تازہ ہیں جیسے وقتِ دفن مبارک تھے، بلکہ وہ زندہ ہیں، روزی دئے

marfat.com

العبادات وكذا سائر الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام وقد اجتمعت الامة على تركها۔

جاتے ہیں اور تمام لذتوں اور عبادتوں کے مانند نعم میں ہیں اور ایسے ہی باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء حالانکہ تمام امت نے اس نماز کے ترک پر اجماع کیا۔

النہی الحاجز میں چالیس کتابوں کی اٹھاون عبارتیں تھیں، یہ پچاسی کتب متون و شروح و فتاویٰ کی دو سو سات عبارات ہیں۔ بغرض صورت مذکورہ استثناء کے سوا نماز جنازہ کی تکرار ناجائز و گناہ ہونے پر مذہب حنفی کا اجماع قطعی ہے اور اس کا مخالف مخالفِ مذہبِ حنفی ہے۔ بعض نام کے حنفی برائے جہالت یا مغالطۂ عوام ان تمام روشن و ظاہر تصریحاتِ مذہب کو چھوڑ کر یہاں دو کتب تاریخ تصنیف شافعیہ سے سند لیتے ہیں۔

اوّل :۔ تبییض الصحیفہ امام جلال الدین سیوطی شافعی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ مبارک پر چھ دفعہ نماز ہوئی اور کثرت ازدحام خلائق سے عصر تک ان کے دفن پر قدرت نہ پائی۔

دوم :۔ سیر النبلاء شمس الدین ذہبی شافعی میں ہے کہ شیخ تاج الدین ابوالیمن زید بن حسن کندی حنفی نے ۶ شوال ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔ قاضی القضاۃ جمال الدین ابن الحرستانی نے نماز پڑھائی۔ پھر شیخ الحنفیہ جمال الدین حصیری نے باب الفرادیس میں پھر شیخ موفق الدین شیخ الحنبلیہ نے پہاڑ میں یعنی جبل قاسیون کوہِ دمشق میں۔

اوّلاً :۔ جمیع کتبِ مذہب کے صریح خلاف میں دو کتبِ تاریخ پر اعتماد کیسی جہالت شدیدہ ہے۔

ثانیاً :۔ دُنیا میں کیا صرف حنفی ہی مذہب کے لوگ ہیں، خصوصاً پہلی صدیوں میں کہ مجتہدین بکثرت تھے اور ہر ایک کے لیے اتباع تھے۔ اس حکایت میں یہ کہاں ہے کہ حنفیہ نے چھ بار پڑھی؟ بلکہ ہجوم خلائق تھا۔ ہر مذہب و مسلک کے لوگ جوق در جوق آتے تھے۔ غیر حنفیہ نے اگر سو بار پڑھی تو حنفی مذہب میں اس میں کیا حجت ہو سکتی ہے، اللہ اکبر امام اعظم

marfat.com

ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم الشان، جلیل البرہان امام ہیں کہ امام مستقل، مجتہد مطلق، سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اُس امام الائمہ، سراج الامہ کے مزار پُرانوار کے پاس نمازِ صبح پڑھائی۔ بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی، نہ رفعِ یدین کیا، نہ قنوت پڑھی۔ کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا:۔ ان صاحبِ قبر کے ادب سے کما فی الخیرات الحسان للامام ابن حجر المکی الشافعی اور ایک روایت میں ہے:۔ مجھے حیا آئی کہ اس امام جلیل کے سامنے اس کا خلاف کروں کما فی المسلک المتقسط للمولی علی قاری سبحان اللہ مجتہد مستقل تو ادبِ امام سے حضورِ امام میں اتباعِ امام اختیار کریں اور خود حنفیہ خاص جنازۂ امام پر مخالفتِ امام و ترکِ مذہب کرتے۔ یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟

ثالثاً:۔ پہلی نمازیں غیر ولی نے پڑھیں تو ولی کو اختیارِ اعادہ تھا۔ امام کے ولی صاحبزادۂ جلیل حضرت سیدنا حماد بن ابو حنیفہ تھے۔ جب انہوں نے پڑھی، پھر جنازۂ مبارک پر کسی نے نہ پڑھی۔ امام ابنِ حجر مکی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں:۔

ما فرغوا من غسله الا وقد اجتمع من اهل البغداد خلق لا يحصيهم الا الله تعالى كانهم نودى لهم بموته وحزر من صلى عليه فقيل بلغوا خمسين الفا وقيل اكثر واعيدت الصلوٰة عليه ستة مرات آخرها ابنه حماد۔

اِدھر امام ابوحنیفہ کے غسل سے فارغ ہوئے تھے کہ اُدھر بغداد کی اتنی خلقت جمع ہوگئی، جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے گویا کسی نے انتقالِ امام کی خبر پکار دی تھی۔ نماز پڑھنے والوں کا اندازہ کیا گیا تو کوئی کہتا ہے پچاس ہزار تھے اور کوئی کہتا ہے اس سے بھی زیادہ تھے اور اُن پر چھ بار نماز ہوئی۔ آخر مرتبہ صاحبزادہ امام حضرت حماد نے پڑھی۔

رابعاً:۔ یوں ہی واقعہ دوم میں کیا ثبوت ہے کہ پہلی نماز باذنِ ولی تھی۔ بلکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ نمازِ دوم ہی باذنِ ولی ہوئی کہ جنازہ ایک عالم حنفی کا تھا اور وہاں اُس وقت حنفیہ کے رئیس الرؤسا یعنی امام جمال الدین محمود بن احمد حصیری تلمیذ خاص امام جلیل قاضی خان تھے۔ جنکی تصانیف میں جابجا تصریح ہے کہ نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ تیسری

marfat.com

نماز والے حنبلی مذہب تھے۔ حنبلیہ کے یہاں جواز ہے۔ جو ہم پر حجت نہیں بالجملہ علماء وعقلاء کا اتفاق ہے کہ:۔

واقعۃ عین لا عموم لھا — خاص خاص واقعے محلِ ہر گونہ احتمال

اُن سے استدلال محض خام خیال، نہ کہ وہ بھی اجماعِ قطعی تمام ائمہ مذہب کے رد کرنے کو، جس پر جرأت نہ کرے گا، مگر نااہل، شدید الجہل ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جواب سوال دوم

مذہب مہذب حنفی میں جنازۂ غائب پر بھی محض ناجائز ہے۔ ائمہ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر بھی اجماع ہے۔ خاص اِس کا جزیۂ بھی مصرح ہونے کے علاوہ تمام عبارات مسئلہ اُولیٰ بھی اِس سے متعلق کہ غالباً نماز غائب کو تکرار صلوٰۃِ جنازہ لازم۔ بلادِ اسلام میں جہاں مسلمان انتقال کرے نماز ضرور ہو گی اور دُوسری جگہ خبر کے بعد ہی پہنچے گی و لہٰذا امام اجل نسفی نے کافی میں اِس مسئلہ کو اُس کی فرع ٹھہرایا۔ اگرچہ دونوں مستقل مسئلے ہیں۔ اب اِس مسئلہ کی نصوص خاصہ لیجئے اور بنظرِ تعلق مذکور سلسلۂ عبارات بھی وہی رکھیے:۔

(۲۰۸) فتح القدیر (۲۰۹) حلیہ

(۲۱۰) غنیہ (۲۱۱) شلبیہ

(۲۱۲) بحر الرائق (۲۱۳) ارکان میں ہے:۔

وشرط صحتھا اسلام المیت وطھارتہ ووضعہ امام المصلی فلھذا القید لا تجوز علی غائب۔

صحت نماز جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مُسلمان ہو، طاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

(۲۱۴) متن تنویر الابصار میں ہے:۔

شرطھا وضعہ امام المصلی۔ — جنازہ کا نمازی کے سامنے حاضر ہونا شرط

marfat.com

نماز جنازہ ہے۔

(۲۱۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن طرابلسی (۲۱۶) نہر الفائق۔

(۲۱۷) شرنبلالیہ علی الدرر (۲۱۸) خادمی۔

(۲۱۹) ہندیہ (۲۲۰) ابو السعود۔

(۲۲۱) درمختار میں ہے :۔

شرطها حضوره فلا تصح على غائب۔ | جنازہ کا حاضر ہونا شرط ہے لہٰذا غائب پر صحیح نہیں۔

(۲۲۲) متن نور الایضاح میں ہے :۔

شرائطها اسلام الميت و حضوره۔ | اس کی شرطوں میں سے میت کا مسلمان اور سامنے ہونا ہے۔

(۲۲۳) متن ملتقی الابحر میں ہے :۔

لا يصلى على عضو ولا على غائب۔ | میت کے کسی عضو یا غائب پر نماز نہ پڑھے۔

(۲۲۴) شرح مجمع (۲۲۵) مجمع شرح ملتقی میں ہے :۔ محل خلاف الغائب عن البلد اذا لوكان في البلد لم يجز ان يصلى عليه حتى يحضر عنده اتفاقا لعدم المشقة في الحضور۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس مسئلہ میں ہم سے خلاف بھی اس صورت میں ہے کہ میت دوسرے شہر میں ہو اور اگر اسی شہر میں ہو تو نماز غائب امام شافعی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اب حاضر ہونے میں مشقت نہیں۔

(۲۲۶) فتاویٰ خلاصہ میں ہے :۔

لا يصلى على ميت غائب عندنا۔ | ہمارے نزدیک کسی میت غائب پر نماز نہ پڑھی جائے۔

(۲۲۷) متن وافی میں ہے :۔ من استهل صلى عليه والا لا كالغائب۔ جو بچہ پیدا ہو کر کچھ آواز کرے جس سے اس کی حیات معلوم ہو، پھر مرجائے، اس پر نماز پڑھی

marfat.com

جائے ورنہ نہیں جیسے غائب کے جنازہ پر نماز نہیں۔

(۲۲۸) کافی میں ہے:۔

لا یصلی علی غائب وعضو خلافا للشافعی بناء علی ان صلوۃ الجنازۃ تعاد ام لا۔

کسی غائب یا عضو پر ہمارے نزدیک نماز نہیں پڑھی جائے گی برخلاف امام شافعی کے کہ اُن کے نزدیک نمازِ جنازہ دوبارہ ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی۔

(۲۲۹) فتاوی شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے:۔

ان اباحنیفۃ لایقول بجواز الصلوۃ علی الغائب۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ غائب پر نمازِ جنازہ نہیں مانتے

(۲۳۰) منظومۂ امام مفتی الثقلین میں ہے:۔

باب فتاوی الشافعی وحدہ ومابہ فقال قلنا ضدہ

وھی علی الغائب والعضو تصح وذاک فی حق الشہید قد طرح

صرف امام شافعی قائل ہیں کہ غائب اور عضو پر نماز صحیح ہے اور شہید کی نماز نہ ہو اور اِن سب مسائل میں ہمارا مذہب اُن کے خلاف ہے۔ ہمارے نزدیک غائب و عضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز پڑھی جائے گی۔

یہ ۸۶ کتابوں کی ۲۳۰ عبارتیں ہیں۔ والحمد للہ۔ مسئلہ اُولیٰ بر بحث دلائل النہی الحاجز میں بحمد اللہ تعالی بروجہ کافی ہو چکی۔ یہاں بہت اختصار واجمال کے ساتھ مسئلہ ثانیہ کے دلائل پر کلام کریں۔ فنقول وباللہ التوفیق۔ حکم شرع مطہر کے لیے ہے اور اُس پر زیادت ناروا۔

اقول:۔ ای ماکان بدون اذنہ الخاص او العام ولو فی ضمن الارسال او السکوت فانہ بیان ولیس یسکت عن نسیان فھذہ ھی الزیادۃ حقیقۃ لاغیرہ اذ المستند و والی سکوتہ مستند الیہ لازائد علیہ والمتبع الکف دون الترک فانہ لیس بفعل العبد ولا مقدور کمانص

marfat.com

علیہ الجلۃ الجمد وربل ھو فی العقل مدلل فان الاعدام لا تعلل فاضھم ان کنت تفھم۔

حضور پر نور، سید یوم النشور، بالمؤمنین رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو نمازِ جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا۔ اگر کسی وقت رات کی اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور کے آرام فرمانے کے سبب صحابہ نے حضور کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے۔

لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم۔ — ایسا نہ کرو، مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلایا کرو۔

رواہ ابنِ ماجہ عن عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے:۔

لا تفعلوا لا یموتن فیکم میت ما کنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہٖ فان صلوتی علیہ رحمۃ۔ — ایسا نہ کرو، جب میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے۔

رواہ الامام احمد عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورواہ ابنِ حبان والحاکم عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث اٰخر اور فرماتے:۔

ان ھٰذہ القبور مملوۃ علی اھلھا ظلمۃ وانی انورھا بصلاتی علیھم۔ — بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں اور بے شک میں انہیں اپنی نماز سے روشن فرما دیتا ہوں۔

صلی اللہ تعالیٰ وبارك وسلم علیہ وعلیٰ اٰلہٖ قدر نورہٖ وجمالہٖ وجاھہٖ وجلالہٖ جودہٖ ونوالہٖ ونعمہٖ وافضالہٖ رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بایں ہمہ حالانکہ زمانۂ اقدس میں صدہا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی، کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ اُنکے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاجِ رحمت ولانہ تھے؟ کیا معاذ اللہ حضور اقدس

marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عام طور پر اُن کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن وواضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی ومشروع نہیں ہوسکتا۔

دُوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ واقعہ نجاشی و واقعہ معاویہ لیثی و واقعہ امرائے موتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اُن میں اوّل دوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر اور دوم وسوم کی سند صحیح نہیں اور لفظ صلوٰۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں۔ ان کی تفصیل بعونہٖ تعالیٰ ابھی آتی ہے۔

اگر فرض ہی کر لیجیے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کے اس حاجت شدیدۂ رحمت ونورِ قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی؟ وہ بھی محتاجِ حضور وحاجت مندِ رحمت ونور اور حضور اُن پر بھی رؤف ورحیم تھے۔ نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا، نہ تمام اموات کی اس حاجتِ شدیدہ کا علاج۔ حالانکہ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ اُن کی شان ہے۔ دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب اُن کے کرم کے شایاں ہے؟ ان حالات واشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی بتادے گا کہ وہاں کوئی خصوصیت خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے۔

اب واقعۂ بیر معونہ ہی دیکھیے۔ مدینہ طیبہ کے ستّر جگر پاروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلہ علمائے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کر دیا۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن کا سخت وشدید غم والم ہوا۔ ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار ناہنجار پر لعنت فرماتے رہے، مگر ہرگز منقول نہیں کہ اُن پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔

ع آخر ایں ترک وبایں مرتبہ بے چیزے نیست

marfat.com

اہلِ انصاف کے نزدیک کلام تو اسی قدر سے تمام ہوا، مگر ہم اِن وقائع ثلاثہ کا بھی باذنہٖ تعالیٰ تصفیہ کریں ـــــ واقعۂ اولیٰ جب اصحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہِ حبشہ نے حبشہ میں انتقال کیا، سیّدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو خبر دی، مصلّیٰ میں جا کر، صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں رواہ الستۃ عن ابی ہریرۃ وللشیخان عن جابر کنت فی الصف الثانی او الثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اوّلاً:۔ صحیح ابنِ حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابۃ جمیعاً سے ہے:

انّ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموا صلوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبّر اربعا وھم لایظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا بھائی نجاشی مرگیا۔ اُٹھو اس پر نماز پڑھو پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں، حضور نے چار تکبیریں کہیں، صحابہ کو یہی ظن تھا کہ اُن کا جنازہ حضور کے سامنے حاضر ہے۔

صحیح ابوعوانہ میں اُنہیں سے ہے:۔

فصلّینا خلفہ ونحن لانُریٰ الا ان الجنازۃ قدامنا۔

ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

اقول:۔ ھٰذا فی فتح الباری ثم المواھب ثم شرحہا کذالک فی عمدۃ القاری وغیرھا من الکتب ووقع فی نصب الرایہ فی روایۃ ابنِ حبان وھم لا یظنون ان جنازتہ بین یدیہ بالاسقاط الا فاحتاج المحقق علی الاطلاق الی التقریب بان قال فھٰذا اللفظ یشیر الی ان الواقع خلاف ظنھم لانہ ھو فائدۃ المعتد بہا فاما ان یکون سمعہ منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او کشف لہ اھ ـــ وتبعہ فی الغنیۃ والمرقاۃ وھو کما تریٰ کلامہ نفیس لکن لاحاجۃ الیہ بعد ثبوت الا فی الکتاب بین الصحیحین فانہ

marfat.com

ء اظہر و ان ھو و للہ الحمد و بالجملۃ اندفع بہ ما قال الشیخ تقی الدین ان ھذا یحتاج الی نقل بینۃ ولا یکتفی فیہ بمجرد الاحتمال ۔

یہ دونوں روایت صحیح عاضد قوی ہیں۔ اس حدیث مرسل اصولی کی کہ امام واحدی نے اسباب نزول قرآن میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا :۔

کشف للنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راٰہ و صلی علیہ ۔

نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کر دیا گیا تھا حضور نے اُسے دیکھا اور اُس پر نماز پڑھی ۔

ثانیاً :۔ بلکہ جب تم مستدل ہو تو ہمیں احتمال کافی نہ کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ یہ جواب خود ایک شافعی امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

اقول :۔ ای لما تقرر من کونہ صلی اللہ علیہ وسلم فالظاھر معناہ الاحتمال عن دلیل ثم من العجب قول الکرمانی کان غائبا عن الصحابۃ وارتضاہ فی الفتح فانہ لد سبقہ الی ذٰلک الوحامد الخ ۔ وکذا استحسنہ الرؤیانی وار بعتہم شافعیۃ و ھذا لما نص علیہ الحنفیۃ والمالکیۃ من الاتفاق علی جواز الصلوٰۃ علی غائب عن القوم والامام یراہ ۔

اقول :۔ علی ان فی حدیث عمران نحن لانریٰ الا ان الجنازۃ قدامنا کما قدمنا انا حدیث مجمع بن جاریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فصفنا خلفہ صفین وما نریٰ شیئا رواہ الطبرانی (۱) دھم من نسبہ لابن ماجۃ مغترا بقول الحافظ اصلہ فی ابن ماجۃ غافلا ان

لہ :۔ تدھم فیہ تقلیداً احامداً مجتہد الوہابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار البرطانی فی عون الباری غافلین عما رد بہ الحنفیۃ وھذا دیدن ھٰؤلاء المدعین الاجتہاد یقلدون المقلدین فی الغلط المبین ویحرمون تقلید ۔ ل ۔ ۃ : المجتہدین ۱۲ منہ ۔

marfat.com

لیس عندہ وما نری شیئا وھو المقصود) نفیہ حمران بن اعین رافضی علیٰ ان کلا حکی عن مالہ فلا تعارض ولا یعقل من عاقل اشتراط ان یری المیت الکل والا لما صحت لما عدا الصف الاول۔

مثالثا :۔ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال دارالکفر میں ہوا۔ وہاں اُن پر نماز نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں پڑھی۔ اسی بنا پر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کے لیے یہ باب وضع کیا :۔ الصلوٰۃ علی مسلم یلیہ اھل الشرك فی بلد اٰخر قال الحافظ فی الفتح ھٰذا محتمل الا انی لم اقف فی شیئ من الاخبار علی انہ لم یصل علیہ فی بلدہ احد اھ۔ قال الزرقانی وھو مشترك الالزام فلم یروا فی الاخبار انہ صلی علیہ احد فی بلدہ کما جزم بہ ابوداؤد محلہ فی اتساع الحفظ معلوم اھ۔

اقول :۔ ای قد کفانا المؤنۃ بقولہ ھٰذا محتمل۔

ثم اقول :۔ قد یوی لہ ما اخرج احمد وابن ماجۃ عن حذیفۃ ابن اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرج بھم فقال صلوا علی اخ لکم بغیر ارضکم قال من ھو قال النجاشی۔ ثم رایتہ[له] فی المسند ابوداؤد الطیالسی قال حدثنا المثنیٰ بن سعید عن قتادہ عن ابی طفیل عن حذیفۃ ابن اُسید ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتاہ موت النجاشی فقال ان اخاکم مات بغیر ارضکم فقوموا فصلوا علیہ فھٰذا یقوی

[له] :۔ ثم رأیت الشوکانی ذکرہ عن شیخ مذھبہ الفاسد ابن تیمیہ انہ اختیار التفصیل بجواز الصلوٰۃ علی الغائب ان لم یصل علیہ حیث مات والا لا قال واستدلال لہ بما اخرجہ الطیالسی واحمد وابن ماجۃ وابن قانع والطبرانی والضیا فذکر الحدیث اقول اما الاستئناس فنعم واما کونہ دلیلا علیہ حجۃ فیہ فلا کما لا یخفیٰ ۱۲ منہ

marfat.com

الاستئناس لمکان الغائب فی تو مواد لہذا اخود امام شافعی المذہب ابو سلیمان خطابی نے یہ مسلک لیا کہ غائب پر نماز جائز نہیں، سوا اس صورت خاص کے کہ اُسکا انتقال ایسی جگہ ہوا ہو جہاں کسی نے اُس کی نماز نہ پڑھی ہو۔

اقول اب بھی خصوصیتِ نجاشی ماننے سے چارہ نہ ہوگا جبکہ اور موتیں بھی ایسی ہوئیں اور نماز غائب کسی پر نہ پڑھی گئی۔

رابعًا بعض کو اُن کے اسلام میں شبہ تھا یہاں تک کہ بعض[1] نے کہا:۔ حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی رواہ ابن ابی حاتم فی التفسیر عن ثابت والدارقطنی فی الافراد والبزار عن حمید معًا عن انس فی لہ شاھد فی کبیر الطبرانی عن وحشی واوسطہ عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہم اِس نماز سے مقصود اُن کی اشاعتِ اسلام تھی۔

اقول یعنی بیان بالفعل اقوٰی ہے ولہٰذا مصلّی میں تشریف لے گئے کہ جماعت کثیر ہو۔

قالہ ابن بزیزۃ وغیرہ من الشافعیۃ القائلین بجواز صلوٰۃ الجنازۃ فی المسجد معتلین لعدم صلوٰۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی المسجد مع انہ حین نعاہ کان فیہ ھٰذا ولا یذھب عنک ان الطرازن المعلم ھما الاولون۔

تنبیہ غیر مقلدوں کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیث نجاشی کی نسبت کہا:۔ اِس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہو اور نمازی قبلہ رُو۔

اقول یہ اُس مدعی اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اُس کے ادعاء پر شبت جہلِ شدید ہے نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانبِ جنوب ہے اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے، تو جنازہ غیر جہت قبلہ میں کب تھا؟ لاجرم لما نقل الحافظ فی الفتح

---

[1] : روایت طبرانی میں ہے کہ اس کا قائل ایک منافق تھا ۱۲ منہ

marfat.com

قول ابن حبان انه انما یجوز ذلك لمن فی جهة القبلة قال حجة الجمود علی قصة النجاشی اھ۔ تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشا ہے۔ جن کو سمت قبلہ تک معلوم نہیں۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز ان کی غیبت پر پڑھنے کا ادعا دوسرا جہل ہے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی رواہ الطبرانی عن حذیفة ابن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

واقعہ دوم معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی۔

اولاً آئمہ حدیث عقیلی و ابن حبان و بیہقی و ابو عمر ابن عبد البر و ابن الجوزی و نووی و ذہبی و ابن الہمام و غیرہم نے اس حدیث کو ضعیف بتایا۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط و مسند الشامیین میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا بطریق نوح بن عمرو السکسکی ثنا بقیة ابن الولید عن محمد بن زیاد الالہانی عن ابو امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قلت و من ھذا الطریق رواہ ابو احمد الحاکم فی فوائدہ و الخلال فی فوائد سورة الاخلاص و ابن عبد البر فی الاستیعاب و ابن حبان فی الضعفاء و اشار الیہ ابن مندة۔ اس کی سند میں بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اس نے عنعنہ کیا یعنی محمد بن زیاد سے اپنا سننا نہ بیان کیا بلکہ کہا کہ ابن زیاد سے روایت ہے۔ معلوم نہیں کہ راوی کون ہے؟ بہ اعلہ المحقق فی الفتح۔

اقول لکن سند ابن ابی احمد الحاکم ھکذا اخبرنا ابو الحسن احمد بن عمیر بدمشق ثنا نوح بن عمرو بن حوی ثنا بقیة ثنا محمد بن زیاد عن ابی امامة فذکرہ۔

ذہبی نے کہا کہ حدیث منکر ہے۔ نیز اس کی سند میں نوح بن عمرو ہے۔ ابن حبان نے اسے حدیث کا چور بتایا یعنی ایک سخت ضعیف شخص جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتا تھا۔ اس نے اس سے چرا کر بقیہ کے سر باندھی۔ قال الذہبی

marfat.com

فی ترجمة نوح قال ابن حبان یقال انه سرق هذا الحدیث ۔

اقول لفظ الحافظ فی الاصابة قال ابن حبان فی ترجمة العلاء الثقفی من الضعفاء بعد ان ذکر له هذا الحدیث سرقه شیخ من اهل الشام فرواه عن بقیة فذکره اھ ۔ ولیس فیه یقال وقد نقل عنه هکذا الذهبی فی العلاء اما قول الحافظ فما ادری عنی نوحا او غیره فانه لم یذکر نوحا فی الضعفاء ۔

فاقول ظاهر ان نوحا هو الشیخ الشامی الذی رواه عن بقیة ولا مساغ للشک حتی یثبت شامی اخر یرویه عنه لا جرم ان جزم الذهبی بانه عنی به نوحا ۔ *انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت طبقات ابن سعد میں دو طریق سے ہے ۔ ایک طریق میں محبوب بن ہلال مزنی ہے ۔*

له تنبیه لم یرد الحدیث عن اصحابی غیر انس وابی امامة اما وقع فی نسختی فتح القدیر الطبوعتین بمصر والهند من قوله بعد ذکر قصة النجاشی فان قیل بل قد صلی علی غیره من الغیب وهو معاویة بن معاویة المزنی ویقال اللیثی رواه الطبرانی من حدیث ابی امامة وابن سعد من حدیث انس وعلی وزید وجعفر اما سقة هذا بموته علی ما نزل الغازی الواقدی فتصحیف وصوابه وابن سعد من حدیث انس وعلی وزید وجعفر ای وصلی علیهما فقد اخذ کلام الفتح هذا برهة الحلبی فی الغنیة فقال وابن سعد من حدیث انس وکذا صلی علی زید وجعفر وکذا اخذه بتمامه القاری فی المرقاة وابن سعد من حدیث انس وصلی علی زید وجعفر وقد جمع الحافظ طرق الحدیث فی الاصابة فلم یذکره عن علی ولا عن غیره من الصحابة سوی انس وابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنهم ۱۲ منه

marfat.com

قلت ومن هٰذا الوجه اخرجه الطبرانی وابن الغزلیس وسمویه فی فوائدہ و ابن مندۃ والبیہقی فی الدلائل۔ ذہبی نے کہا، یہ شخص مجہول ہے اور اس کی یہ حدیث منکر۔ دُوسرے طریق میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔

قلت ومن ھٰذا الطریق اخرجه ابن ابی الدنیا ومن طریقه ابن الجوزی فی العلل المتناھیة والعقیلی وابن سنجو فی سندہ وابن الاعرابی وابن عبدالبر وحاجب الطوسی فی فوائدہ۔ امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا:۔ اِس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری وابنِ عدی وابوحاتم نے کہا:۔ وہ منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم ودارقطنی نے کہا:۔ متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی استاد امام بخاری نے کہا:۔ وہ حدیثیں دِل سے گھڑتا تھا۔ ابنِ حبان نے کہا:۔ یہ حدیث بھی اُسی کی گھڑی ہوئی ہے۔ اُس سے چُرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی ذکرہ فی المیزان، ابوالولید طیالسی نے کہا:۔ علاء کذاب تھا۔ عقیلی نے کہا:۔ العلاء بن یزید ثقفی لایتابعه احد علی ھذا الحدیث الامن ھو مثله اودونه۔ علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علاء ہی جیسے ہیں یا اُس سے بھی بدتر ذکرہ فی العلل المتناھیة۔ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا:۔ اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور دربارۂ احکام اصلاً حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں۔ قاله فی الاستیعاب ونقله فی الاصابة۔ یونہی ابنِ حبان نے کہا کہ مجھے[1] اس نام کے کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں اثرہ فی المیزان۔

---

[1] :۔ وہابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشا کیا ہے۔ اوّلاً استیعاب سے نقل کیا کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاویہ ـــــ لیثی پر نماز پڑھی۔ پھر کہا استیعاب میں اس قصہ کا مثل معاویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا۔ پھر کہا نیز اس کا مثل انس سے ترجمہ معاویہ بن معاویہ مزنی میں روایت کیا۔ اس میں یہ وہم دلاتا ہے کہ گویا

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

ثالثاً:۔ فرض کیجئے کہ یہ حدیث اپنے طریق سے ضعیف نہ ہے کما اشارہ الیہ الحافظ فی الفتح بالغرض غلط لذاتہ صحیح ہی، پھر اس میں کیا ہے! خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر آزرکردیا گیا تھا تو نماز جنازہ حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضر ہوکر عرض کی:۔ یا رسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا:۔

اتحب ان اطوی لك الارض فتصلی علیه قال نعم فضرب بجناحه علی الارض فرفع له سریره فصلی علیه وخلفه صفان من الملئكة كل صف سبعون الف ملك۔

کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور کے لیے زمین لپیٹ دوں؟ تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں۔ فرمایا ہاں۔ جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا۔ جنازہ حضور کے سامنے ہوگیا۔ اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے

پچھلے صفحے کا حاشیہ:۔

یہ تین صحابی جدا جدا ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے۔ حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے۔ وہ ایک ہی صحابی ہیں، معاویہ نام، جن کے نسب و نسبت میں راویوں سے اضطراب واقع ہوا کسی نے لیثی، کسی نے معاویہ بن معاویہ، کسی نے معاویہ بن مقرن۔ ابو عمر نے معاویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معاویہ بن معاویہ کوئی معلوم نہیں اور حافظ نے اصابہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی کو ترجیح دی اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا اور معاویہ بن مقرن کو ایک اور صحابی مانا، جن کے لیے یہ روایت نہیں۔ بہر حال صاحب قصہ شخص واحد ہیں اور شوکانی کا ایہام تثلیث محض باطل ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں فرمایا۔ معاویہ بن معاویہ المزنی ویقال اللیثی ویقال معاویہ بن مقرن المزنی۔ قال ابو عمر وھو اولی بالصواب اھ یعنی معاویہ بن معاویہ مزنی اور کوئی کہتا ہے معاویہ بن مقرن مزنی۔ ابو عمر نے کہا:۔ یہی صواب سے نزدیک تر ہے پھر حدیث انس کے طریق اول سے پہلے طور پر نام ذکر کیا اور طریق دوم سے دوسرے طور پر اور حدیث ابی امامہ سے تیسرے طور پر۔ ۱۲ منہ۔

marfat.com

ابو احمد حاکم کے یہاں یوں ہے :۔

وضع جناحه الایمن علی الجبال فتواضعت ووضع جناحه الایسر علی الارضین فتواضعت حتیٰ نظرنا الی مکة والمدینة فصلی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم وجبریل والملٰئکة ۔

جبریل نے اپنا داہنا پر پہاڑوں پر رکھا، وہ جھک گئے۔ بایاں زمینوں پر رکھا تو وہ پست ہو گئیں، یہاں تک کہ مکہ مدینہ ہم کو نظر آنے لگے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبریل اور ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اُن پر نماز پڑھی۔

حدیثِ انس بطریق محبوب کے لفظ یہ ہیں :۔ جبریل نے عرض کی :۔ کیا حضور اُس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ فرمایا :۔ ہاں۔

فضرب بجناحه الارض فلم یبق شجرة ولا اکمة الا تضعضعت ورفع له سریره حتی نظر الیه فصلی علیه ۔

پس جبریل نے زمین پر اپنا پر مارا تو کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہو گیا اور اُن کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ پیشِ نظرِ اقدس ہو گیا تو حضور نے اُس پر نماز پڑھی۔

بطریق علاء کے لفظ یوں ہیں :۔

هل لك ان تصلی علیه فاقبض لك الارض قال نعم فصلی علیه

حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں۔ فرمایا، ہاں۔ پس حضور نے اُن پر نماز پڑھی۔

اقول :۔ بلکہ طرزِ کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی، جب تو جبریل نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنا چاہیں تو میں زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور نماز پڑھیں، فافہم۔

واقعہ سوم :۔ واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابوبکر سے روایت کی :۔

marfat.com

لما التقى الناس بموتة جلس
رسول الله صلى الله عليه وسلم
على المنبر وكشف له ما بينه
وبين الشام فهو ينظر الى
معركتهم فقال صلى الله عليه
وسلم اخذ الراية زيد بن
حارثة فمضى حتى استشهد و
صلى عليه و دعا له وقال استغفروا له
وقد دخل الجنة وهو يسعى
ثم اخذ الراية جعفر بن ابی طالب
فمضى حتى استشهد فصلى عليه
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ودعا له وقال استغفروا له
وقد دخل الجنة فهو
يطير فيها بجناحين
حيث شاء۔

جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف
فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لیے
پردے اٹھا دیئے کہ ملک شام اور وہ
معرکہ حضور دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید
بن حارثہ نے نشان اُٹھایا اور لڑتا رہا یہاں
تک کہ شہید ہوا۔ حضور نے انہیں اپنی صلوٰۃ
و دُعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہُوا
کہ اس کے لیے استغفار کرو، بیشک وہ
دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہُوا۔ حضور نے
فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے نشان
اُٹھایا اور لڑتا رہا، یہاں تک کہ شہید ہُوا،
حضور نے اُن کو اپنی صلوٰۃ و دعا سے
شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا کہ اُس کے
لیے استغفار کرو۔ وہ جنت میں داخل ہوا
اور اُس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے
اُڑتا پھرتا ہے۔

اولاً :۔ یہ دونوں طریق سے مرسل ہے۔

اقول :۔ عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں۔ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے پوتے اور یہ عبد اللہ بن ابی بکر۔ یہ عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں، یہ صغار تابعین سے اور عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑپوتے ہیں۔

marfat.com

ثانیاً:- خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں؟ یہاں تک کہ ذہبی نے اِن کے متروک ہونے پر اجماع کا ادعا کیا۔

اقول:- وزدت ھذا اشایعة الاول وکلاھما الزام فالمرسل نقبلة والواقدی نوثقه۔

ثالثاً۔ اقول:- عبداللہ بن ابی بکر سے راوی شیخِ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے۔ کما فی المیزان تو مرسل نامعتقد ہے۔

رابعًا:- خود اِسی روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اُٹھا دیئے گئے تھے۔ معرکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیشِ نظر تھا۔

اقول:- لکن موتة بالشام علی مرحلتین من بیت المقدس وغزوتھا سنة ثمان وقد حولت القبلة قبلھا[1] بزمان فکیف یکفی الرؤیة مع اشتراط کونھا امام المصلی الا ان یقال انما ارید الرد علی الاحتجاج الصلوة الغیب وقد کم واذا ثبت فیھا قولنا ثبت فیھا قولنا ثبت ذٰلك الشرطلنا دون الرؤیة مع الاستدبار لا تمکننا۔

خامساً۔ اقول:- کیا دلیل ہے کہ یہاں صلوٰة بمعنی نماز معہود ہے بلکہ بمعنی درود ہے اور دعا عطف تفسیری نہیں بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے اور سوقِ روایت اِسی میں ظاہر کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس وقت منبرِ اطہر پر تشریف فرما ہونا مذکور اور منبرِ انور دیوارِ قبلہ کے پاس تھا اور معتاد یہی ہے کہ منبر پر رُو بحاضرین و پشت بہ قبلہ جلوس ہو اور اِس روایت میں نماز کے لیے منبر پر سے اُترنے یا تشریف لے جانے کا کہیں ذکر نہیں۔ نیز برخلاف روایت نجاشی اِس میں نمازِ صحابہ بھی نہیں، نہ یہ کہ حضور نے اُن کو نماز کے لیے فرمایا۔ اگر یہ نماز تھی۔ تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا وجہ ہے؟

نیز اِسی معرکہ میں تیسری شہادت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ اُن پر صلوٰة کا ذکر نہیں۔ اگر نماز ہوتی تو اُن پر بھی ہوتی۔ ہاں درود کی اِن دو[2] کے لیے تخصیص وجہ وجیہ رکھتی ہے، اگرچہ وجہ کی حاجت بھی نہیں کہ وہ احکامِ عامہ سے نہیں۔ وجہ اُس حدیث

[1] ... ون تحویلھا فی السنة الثانیة ۱۲ منہ

marfat.com

سے ظاہر ہو گی کہ جس میں اِن دو کرام کا حضرت ابنِ رواحہ سے فرق ارشاد ہوا ہے اور یہ کہ ان کو جنت میں منہ پھیرے ہوئے پایا کہ معرکہ میں قدرے اعراض واقع ہو کر اقبال ہوا تھا۔ وھو فی اٰخر ھٰذین المرسلین رواہ البیھقی عن طریق الواقدی بسندہ والیہ اشار فی حدیث ابنِ سعد عن ابی عامر الصحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا رأیت فی بعضھم عراضا کانہ کرہ السیف۔

اور سب سے زائد یہ کہ وہ شہدائے معرکہ ہیں۔ نمازِ غائب جائز ماننے والے شہید معرکہ پر نماز نہیں مانتے تو باجماعِ فریقین یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا ہونا لازم، جس طرح خود امام نووی شافعی، امام قسطلانی شافعی اور امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالٰی نے صلوٰۃ علی قبورِ شہداءِ اُحد میں ذکر فرمایا کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی دُعا ہونے پر اجماع ہے۔ کما اثرناہ فی النھی الحاجز حالانکہ وہاں تو صلی علی اھل احد صلوٰتہ علی المیت ہے۔ یہاں اس قدر بھی نہیں۔ وہابیہ کے بعض جاہلانِ بے خرد مثل شوکانی صاحبِ نیل الاوطار ایسی جگہ اپنی اُصول دانی یوں کھولتے ہیں کہ صلوٰۃ بمعنی نماز حقیقتِ شرعیہ ہے اور بلا دلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔

اقول۔ اوّلاً :۔ ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقتِ شرعیہ صلوٰۃ بمعنی ارکان مخصوصہ ہے اور یہ معنی خود نمازِ جنازہ میں کہاں کہ اس میں نہ رکوع ہے نہ سجود نہ قرأت نہ قعود، الثالث عندنا والباقی اجماعا ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ صلوٰۃ مطلقاً نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دعائے مطلق اور صلوٰۃِ مطلقہ میں برزخ ہے کما اشار الیہ البخاری فی صحیحہ واطال فیہ لاجرم امام محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نمازِ جنازہ پر اطلاقِ صلوٰۃ مجاز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے :۔ سماھا صلوٰۃ لیس فیھا رکوع ولا سجود۔ عمدۃ القاری میں ہے :۔ لکن التسمیۃ لیست بطریق الحقیقۃ ولا بطریق الاشتراک ولکن بطریق المجاز۔

ثانیاً :۔ صلوٰۃ کے ساتھ جب علٰی فلان مذکور ہو تو ہرگز اُس سے حقیقتِ شرعیہ مراد نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔ قال اللہ تعالٰی :۔ یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ کما تحب

marfat.com

و ترضیٰ ــ و قال :ــ وصلّ علیهم انّ صلوٰتك سكن لهم ــ
و قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم :ـ اللّٰھم صلّ علیٰ آل ابی ادنیٰ۔
کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اے الٰہی ! تو آلِ ابی ادنیٰ پر نماز پڑھ یا اُن کا جنازہ پڑھ۔ کیا صلوٰۃ علیہ شرع میں بمعنی درود نہیں ؟ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون ۔

تنبیہ :ـ بعض حنفی بننے والے یہاں یہ عذر بے معنی پیش کرتے ہیں کہ مدارج النبوۃ میں ہے :ـ " والآن در حرمین شریفین متعارف است کہ چوں خبر می رسد کہ فلاں مرد صالح در بلدے از بلادِ اسلام فوت کردہ است شافعیہ نماز بروے میکنند و بعضے حنفیہ با ایشاں شریک می شوند۔ از قاضی علی بن جاراللہ کہ شیخ حدیث ایں فقیر بود پرسیدہ شد کہ حنفیہ چوں شریک می شوند در گزاردن ایں نماز ؟ گفت دعائے است کہ میکنند فلا بأس بہٖ ــ تمام نصوص صریحہ کتب معتمدہ و اجماع جمیع ائمہ مذہب کے مقابل گیارھویں صدی کے ایک فاضل قاضی کی حکایت پیش کرتے ہوئے شرم چاہیے تھی۔

ا۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الملّۃ و الدّین ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ کہ متاخرین تو متاخرین خود اُن کے معاصرین اُن کے لیے مرتبۂ اجتہاد کی شہادت دیتے تھے۔ ان امام جلیل کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی مسئلہ مذہب کو نہ چاہیں تو ڈرتے ڈرتے یُوں فرماتے۔

لو کان الیّ شیئی لقلت کذا ۔ — اگر مجھے کچھ اختیار ہوتا تو یُوں کہتا

(دیکھو فتح القدیر مسئلہ آمین و کتاب الحج باب الجنایات مسئلہ حلق وغیرھما) پھر جو بحث وہ کرتے ہیں۔ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مسموع نہ ہوگی، اُس پر عمل جائز نہیں، مذہب ہی کا اتباع کیا جائے گا۔ ــ رد المحتار نواقض مسح الخف میں ہے :ـ

قد قال العلامۃ قاسم لا عبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الھمام اذا خالف المنقول۔ — علامہ قاسم نے فرمایا کہ ہمارے استاذ امام ابن الھمام کی بحثوں کا کچھ اعتبار نہیں جب وہ مسئلہ منقولہ مذہب کے خلاف ہوں۔

اسی طرح جنایات الحج میں ہے ــ نکاح الرقیق میں علامہ نور الدین علی مقدسی سے ہے۔

الکمال بلغ رتبۃ الاجتھاد ان کان البحث لا یقضی علی المذھب — امام ابن الھمام رتبۂ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں اگرچہ بحث مذہب پر غالب نہیں آسکتے۔

marfat.com

پھر جسے ادنیٰ لیاقتِ اجتہاد بھی نہیں جمیع ائمۂ مذہب کے خلاف اُس کی بات کیا قابلِ التفات؟ ــــ طحطاوی باب العدت میں ہے :۔

النص ہو المتبع فلا یعول علی البحث معہ۔ نقل ہی کا اتباع ہے تو مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔

۲۔ تصریح ہے کہ خلافِ مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں۔ ہم نے العطایا النبویہ میں اس کی بہت نقول ذکر کیں۔ حلبی علی الدر باب صلوٰۃ الخوف میں ہے :۔

لا یعمل بہ لانہ قول البعض۔ اس پر عمل نہ کیا جائے کہ یہ بعض کا قول ہے۔

تو جو ایک کا قول بھی نہ ہو اُس پر کیونکر عمل ہو سکتا ہے ؟۔

۳۔ نصوص جلیہ ہیں کہ متون کے مقابل شروح، شروح کے مقابل فتاویٰ پر عمل نہیں۔ ہم نے ان کی نقول متوافرہ اپنی کتاب فصل القضا فی رسم الافتاء میں روشن کیں اور علامہ ابراہیم حلبی محشی در کے قول میں مذکور ہے۔

لا یعمل بہ لمخالفتہ لاطلاق سائر المتون۔ اس پر عمل نہیں کہ اطلاقِ جملہ متون کے خلاف ہے۔

جب نہ متون بلکہ صرف اطلاقِ عباراتِ متون کا مخالف ناقابلِ عمل تو جو متون و شروح و فتاویٰ سب کے خلاف ہے اُس پر عمل کیونکر محتمل ؟

۴۔ بیہودہ بحث کچھ ہستی بھی رکھتی ہو۔ نماز جنازہ مجرد دعا کے مثل زنہار نہیں۔ دعا میں طہارتِ بدن، طہارتِ جامہ، طہارتِ مکان، استقبالِ قبلہ تکبیر تحریمہ اور قیام تحلیل استقرار علی الارض کچھ بھی ضرور نہیں اور نماز جنازہ میں یہ اور ان سے زائد اور بہت باتیں سب فرض ہیں۔ کیا اگر کچھ لوگ اُسی وقت پیشاب کرکے، بے استنجا، بے وضو، بے تیمم جنازہ کے پاس آئیں اور اُن میں سے ایک شخص قبلہ کو پشت کرکے جنازہ کی پٹی سے پیٹھ لگا کر بیٹھے اور باقی کچھ اُس کے آگے، کچھ برابر لیٹے بیٹھے۔ کچھ گھوڑوں پر چڑھے اور اُتر دکھن پورب مختلف جہتوں خلافِ قبلہ کو منہ کیے ہوں۔ وہ پشتو میں کہے :۔ الٰہی اِس میت کو بخش دے اور یہ سب انگریزی وغیرہ میں آمین کہیں تو کوئی عاقل کہہ

marfat.com

سکتا ہے کہ نمازِ جنازہ ادا ہوئی اور اِس طرح کی نماز میں حرج نہیں ؟

• دعائے سنت کہ می کنند فلا بأس بہ"۔ اجماعِ آئمہ مذہب کے خلاف ایسی بے معنی استناد کیسی جہالتِ شدیدہ ہے ؟ شک نہیں کہ قاضی ممدوح گیارہویں صدی کے ایک عالم تھے۔ مگر عالم سے لغزش بھی ہوتی ہے۔ پھر اُس کی لغزش سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ اتباع کا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اتقوا زلة العالم وانتظروا فيئته — عالم کی لغزش سے بچو اور اُس کے رجوع کا انتظار رکھو۔

رواہ الحسن بن علی الحلوانی استاذ مسلم وابن عدی والبیہقی والعسکری فی الامثال عن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ — عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: عالم سے لغزش ہوتی ہے تو وہ اُس سے رجوع کرلیتا ہے اور اُس کی خبر شہروں شہروں پہنچ کر لغزش اُس سے منقول رہ جاتی ہے۔ ذکرہ المناوی فی فیض القدیر۔

خدارا انصاف! ذرا یوں فرض کر دیکھیے کہ کتبِ مذہب میں جوازِ نمازِ غائب وتکرار جنازہ کی عام تصریحات ہوتیں اور ایک قاضی ممدوح نہیں، اُن جیسے دو سو قاضی اِسے ناجائز بتاتے اور کوئی شخص کتبِ مذہب کے مقابل اُن دو سو سے سند لاتا تو دیکھیے یہ حضرات کس قدر غل مچاتے، اُچھل اُچھل پڑتے کہ دیکھو کتبِ مذہب میں تو جواز کی صاف تصریح ہے اور یہ شخص اُن سب کے خلاف گیارہویں صدی کے دو سو قاضیوں کی سند دیتا ہے ہم اِن کی مانیں یا کتبِ مذہب کو حق جانیں؟ اور اب جو اپنی باری ہے تو تمام آئمہ مذہب کا اجماع، تمام کتبِ مذہب کا اتفاق، سب بالائے طاق اور تنہا قاضی ممدوح کی تقلید کا استحقاق۔ اِس ظلم صریح وجہل قبیح کی کوئی حد ہے؟ مگر یہ ہے کہ جب کہیں کچھ نہ پایا۔

الغریق یتشبث بالحشیش — ڈوبتا ہوا تنکا پکڑتا ہے۔

وباللہ العصمة۔ مدارج النبوة نہ کوئی فقہ کی کتاب ہے نہ اُس میں یہ حکایت بغرضِ استناد، نہ شیخ کو اِس پر تعویل واعتماد۔ وہ حنفی ہیں اور مذہب حنفی خود اُسی کتاب میں اُسی عبارت سے اوپر یوں بتا رہے ہیں:۔ "مذہب امام ابوحنیفہ ومالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ آنست کہ جائز نیست

marfat.com

پھر اِس پر دلیل بتا کر مخالفین کے جواب دیئے ہیں۔ نیز اِس حکایت کے متصل ہی حضور پر نور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہر روز بہ نیت جملہ امواتِ مسلمین نماز غائب کی وصیت نقل کر کے اُس پر سکوت نہ کیا کہ کہاں قاضی علی بن ظہیر اور کہاں حضور پُر نور غوثیت مآب؟ مبادا غلامانِ حضور اِس سے حنفیہ کے لیے جواز خیال کر لیں، لہٰذا معاً اُس پر تنبیہ کو فرما دیا کہ:۔ "ایشاں حنبلی اند و نزد امام احمد بن حنبل جائز است"۔ اگر شیخ کو اِس حکایت سے استناد مقصود ہوتا تو یہاں استدراک و دفعِ وہم نہ فرماتے بلکہ اِسے اس کا مؤید ٹھہراتے کما لا یخفی واللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم

اوّلاً:۔ جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ نماز غائب و تکرار نماز جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں تو امام کا شافعی المذہب ہونا اِس ناجائز کو ہمارے لیے کیونکر جائز کر سکتا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی۔ ناجائز بات میں کسی کی اطاعت نہیں۔

رواہ البخاری و مسلم و ابو داؤد و النسائی عن امیر المؤمنین علی و نحوہ احمد و الحاکم بسند صحیح عن عمران بن حصین و عن عمرو بن الحکم الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ثانیاً:۔ یہاں اطاعتِ امام کا حیلہ عجیب پا در ہوا ہے۔ بھائیو! وہ تمہارا امام تو جب ہو کہ تم اُس کی اقتدا کرو۔ پیش از اقتدا اُس کی اطاعت تم پر کیوں ہو اور جب تمہارے مذہب میں وہ گناہ و ناجائز ہے تو تمہیں ایسے امر میں اُس کی اقتدا ہی کب روا ہے۔ یہ وہی مثل ہے کہ کسی کودن نے کچھ اشعار قبیح و شنیع اغلاط پر مشتمل لکھ کر کسی شاعر کو سُنائے۔ اُس نے کہا کہ یہ الفاظ غلط باندھے ہیں۔ کہا کہ بضرورتِ شعری۔ کہا:۔ بابا شعر گفتن چہ ضرور؟

ثالثاً:۔ جائز یا فرض و واجب نمازیں جن میں حنفی حسب شرائط مذکور بحر الرائق وغیرہ

marfat.com

اہل سنت کے کسی دُوسرے مذہب والے مثلاً شافعی وغیرہ کی اقتدا کرے تو اس میں ہمارے آئمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو امور ہمارے مذہب میں اصل سے محض ناجائز ہیں، اُن میں اُس کی پیروی نہ کرے، اگرچہ اُس کے مذہب میں جائز ہوں۔ مثلاً صبح کی نماز میں وہ قنوت پڑھے تو یہ نہ پڑھے۔ نماز جنازہ میں امام پانچویں تکبیر کہے تو یہ نہ کہے۔ عنایہ شرح ہدایہ میں ہے :- انما یتبعه فی المشروع دون غیرہ۔ تنویر میں ہے :- یاتی المأموم بقنوت الوتر لا الفجر بل یقف ساکتاً۔ بحر میں ہے :- لو کبر خمسا فی الجنازۃ لا یتابعه فی الخامسة۔ جب بعد اقتدا یہ حکم ہے تو قبل اقتدا امر ناجائز و نامشروع میں اقتدا کی اجازت کیونکر ممکن۔ غرض مذہب مہذب حنفی کا حکم تو یہ ہے۔ باقی جو کوئی غیر مقلد بننا چاہے تو آج کل آزادی و بے لگامی کی ہوا چل رہی ہے۔ ہر شخص کو شتر بے مہار ہونے کا اختیار ہے اور اُس کے رد میں بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے رسائل النہی الاکید وغیرہ کافی۔ واللہ المستعان علی اهل طغیان و اٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین و افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام علی سید المرسلین محمد و اٰله و اصحابه اجمعین۔ اٰمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

marfat.com